1109

بچوں کا اسلام

ہر اتوار کو روزنامہ اسلام کے ساتھ شائع ہوتا ہے

اتوار 5 جمادی الاول 1445ھ مطابق 19 نومبر 2023ء

پاکستان کا سب سے زیادہ شائع ہونے والا بچوں کا مقبول ترین ہفت روزہ

ہم محافظ عالمِ اسلام کے

اشتیاق احمد کا سنسنی خیز ناول

اُونٹ رے اُونٹ!

اپنا گھر

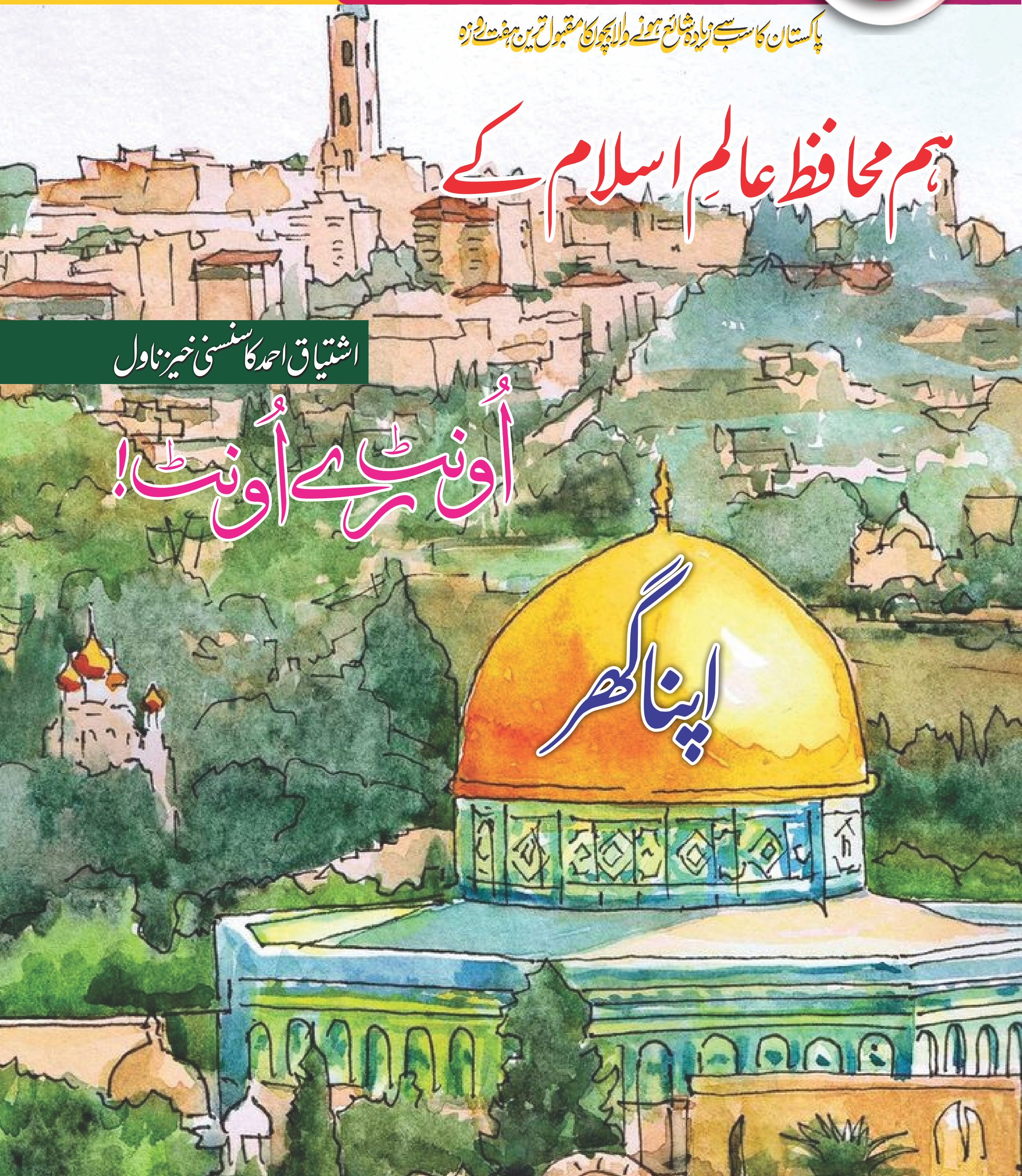

القرآن

اللہ تعالیٰ انتقام کی قدرت رکھتا ہے!

کیا اللہ اپنے بندے کے لیے کافی نہیں ہے، اور یہ آپ کو اللہ کے ماسوا سے ڈراتے ہیں، اور جسے اللہ گمراہ کردے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا اور جسے اللہ ہدایت دے دے اسے کوئی گمراہ نہیں کرسکتا، کیا اللہ غالب اور انتقام کی قدرت رکھنے والا نہیں ہے؟ (بالکل ہے)

(سورۃ الزمر: آیت ۳۶، ۳۷)

الحدیث

صرف اللہ تعالیٰ کے لیے انتقام

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے کبھی کسی کو نہیں مارا، نہ کسی بیوی کو اور نہ ہی کسی خادم کو، سوائے اس کے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہوئے کسی پر ہاتھ اٹھایا ہو تو اٹھایا ہو، اور ایسا کبھی نہیں ہوا کہ آپ نے اپنی ذات کے لیے کسی سے انتقام لیا ہو، البتہ اگر اللہ تعالیٰ کی حرمتوں میں سے کسی کی پامالی ہوتی تھی تو آپ اللہ تعالیٰ کے لیے اُس کا انتقام لیتے تھے۔'' (مسلم)

دستک

آسان علم دین کورس

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

آج ۱۹ نومبر ہے، چار دن قبل ۱۵ نومبر ۲۰۲۳ء کو حضرت اشتیاق احمد رحمہ اللہ کے سانحۂ ارتحال کو پورے آٹھ سال ہو گئے ہیں۔

دن منانے کا تو کوئی چلن ہمارے دین میں نہیں، لیکن کسی خاص دن سے جڑی یادیں، اُس دن کے آنے پر خود بخود ذہن میں تازہ ہو ہی جاتی ہیں، سو اگر ''دین'' سمجھ کر نہیں بلکہ ویسے ہی کسی اچھی یاد پر خوشی کا اظہار ہو جائے یا اُس دن کوئی اپنا جدا ہوا ہو تو اس کے لیے ایصالِ ثواب اور دعائے مغفرت ہو جائے تو ظاہر ہے اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔

اِس شمارے میں بھی بنا کسی شعوری کوشش کے حضرت اشتیاق احمد رحمہ اللہ کا ذکرِ مبارک آ گیا ہے۔ ایک تو بہت عرصے کے بعد اِس شمارے سے آپ کا جاسوسی ناول (انسپکٹر جمشید سیریز) شروع ہو رہا ہے، دوسرا جناب پروفیسر محمد اسلم بیگ بھی اپنی یادوں کے چمن سے اپنے دوست کے حوالے سے کچھ ایسے مہکتے گلاب چن لائے ہیں جو اِس سے پہلے انھوں نے ہم آپ سے کبھی نہیں بانٹے تھے۔

جناب اشتیاق احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے حوالے سے یہ ''دو باتیں'' جب اتفاق سے اِس شمارے میں جمع ہو گئیں تو ایک بہت اہم کام ہم نے شعوری طور پر چاہ لیا، وہ یہ کہ کیوں نہ اس شمارے سے اشتیاق احمد کے ایصالِ ثواب کا کوئی مستقل سلسلہ شروع کیا جائے؟

ہمیں اعتراف ہے کہ یہ بات خود ہمارے ذہن میں نہیں آئی تھی۔ بس یہی خیال تھا کہ دستک میں ایصالِ ثواب کی درخواست کر لیں گے، لیکن اتفاق یہ ہوا کہ محمد اسامہ سرسَری بھائی نے اپنا ایک نیا سلسلہ ''آسان علمِ دین کورس'' ہمیں اشاعت کے لیے بھیجا۔

بس جی ہمیں فوراً یہ خیال سوجھ گیا کہ کیوں نہ اس سلسلے کی اشاعت سے جناب اشتیاق احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایصالِ ثواب کی نیت کر لی جائے......!

سو ہم نے پہلے خود نیت کی، پھر اسامہ بھائی کو پیغام بھیجا کہ وہ بھی یہ نیت کر لیں۔

انھوں نے بہت خوشی سے یہ بات قبول کر لی، حالانکہ وہ یہ کورس واٹس ایپ گروپ میں ماہانہ فیس لے کر کروا رہے ہیں (جس کا اشتہار آپ اسی شمارے میں اور اگلے کچھ شماروں میں بھی دیکھیں گے) اور اگرچہ فیس بہت ہی کم، گویا نہ ہونے کے برابر ہے، یعنی محض ۹۰ روپے ماہانہ، لیکن شمارے میں خاص طور پر بانی مدیر حضرت اشتیاق احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے ایصالِ ثواب کی نیت کر کے لکھنا یہ ایک بے حد مخلص آدمی ہی کر سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ انھیں بہت جزائے خیر عطا فرمائے۔ لگے ہاتھوں آپ سب بھی یہ مبارک نیت کر لیں کہ نہ صرف یہ سلسلہ بہت غور سے پڑھیں گے بلکہ اس پر عمل کرتے ہوئے دوسروں تک پہنچائیں گے تا کہ اس کا ثواب روحِ اشتیاق کو پہنچے۔

اب کچھ بات ہو جائے اس کورس کی۔

اس وقت دنیائے واٹس ایپ پر کئی چھوٹی چھوٹی کمیونٹیاں اور رنگ رنگ کے گروپ بنے ہوئے ہیں، جن میں ماہانہ کچھ رقم لے کر ممبران کو مختلف دنیوی چیزیں باہم پہنچائی جاتی ہیں، اسامہ بھائی نے بھی اس ''دنیائے رنگ و بُو'' میں ''اسامہ سرسری کمیونٹی'' کے نام سے ماشاء اللہ اپنا ایک گوشہ آباد کر رکھا ہے، جس میں شعر و ادب سے لے کر دینی علوم تک سکھائے پڑھائے جاتے ہیں۔ اسی چمن میں انھوں نے ایک نیا پھول ''آسان علمِ دین کورس'' کے نام سے کھلایا ہے، جو ایک عام مسلمان کی دینی ضروریات کو بہت احسن طریقے سے پورا کرنے کے لیے ترتیب دیا گیا ہے۔

اور ایک مسلمان کی بنیادی دینی ضرورت کیا ہے......؟

یہی کہ اسے دین کا اتنا بنیادی علم ضرور ہو جتنا سیکھنا ہر مسلمان پر فرضِ عین ہے، سو یہ کورس ان شاء اللہ تعالیٰ اس بنیادی ضرورت کو پورا کرے گا۔ اس کورس کی خصوصیت یہ ہے کہ ہر قسط کا جو بھی موضوع ہوگا، اسی موضوع سے متعلق آیت کریمہ، حدیث مبارکہ، ایک مسنون دعا اور فقہی مسئلہ بہت سہل انداز میں پیش کیا جائے گا۔

قارئین سے ہماری بھرپور سفارش ہے کہ شمارے میں پڑھنے کے ساتھ ساتھ اسامہ بھائی کی حوصلہ افزائی اس طور ضرور کیجیے کہ خود یا اپنے متعلقین کو اس گروپ میں شامل کروائیے۔

اسامہ سرسری بھائی کا واٹس ایپ نمبر یہ ہے: (03042215717)

والسلام

محمد فیصل شہزاد

ہم محافظ عالمِ اسلام کے

اثرؔ جونپوری

ہم کہ عادی ہیں مسلسل کام کے
ہم نہیں قائل اثرؔ آرام کے
داعی ہیں اللہ کے پیغام کے
ہم محافظ عالمِ اسلام کے

ہوں نہ اب مایوس اب ہمت کریں
ہم اگر صبح و مسا محنت کریں
دن پھریں گے رنجش و آلام کے
ہم محافظ عالمِ اسلام کے

نامِ مولیٰ ہر نفس(سانس) لیتے رہیں
دعوتِ دینِ مبیں دیتے رہیں
دامنِ حکمِ شریعت تھام کے
ہم محافظ عالمِ اسلام کے

کُل جہاں کو حق کا اب پیغام دیں
کام جو ذمے ہے وہ انجام دیں
مستحق ہوں گے جبھی انعام کے
ہم محافظ عالمِ اسلام کے

ظلم کے طوفان کا رخ موڑ دیں
کفر کی شوکت کو یکسر توڑ دیں
دستِ غیبِ مقتدر کو تھام کے
ہم محافظ عالمِ اسلام کے

کام کا آغاز کر دیں ہم اثرؔ
چھوڑ دیں انجام کو اللہ پر
ہم مکلف ہیں فقط اقدام کے
ہم محافظ عالمِ اسلام کے

☆☆☆

بقیہ: مسکرانے والے قاریِ قرآن

ان کے شام چلے جانے کے بعد ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان سے اور دیگر صحابہ کرام سے ملنے کا ارادہ کیا، جو شام میں اپنی ذمے داریاں ادا کررہے تھے۔

آپ حضرت ابودردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر پہنچے، دروازے کو کھٹکھٹانے کے لیے ہاتھ جو مارا تو وہ ایسے ہی کھل گیا۔ دروازے میں کنڈی تک نہیں تھی۔ آسائشوں کا سامان تو رہنے ہی دیجیے، ان کے گھر میں ضرورت کی چیز یعنی چراغ تک نہ تھا۔ اندھیرے گھر میں ابو دردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک کمبل اوڑھے لیٹے تھے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اندر جا کر دیواروں کو ٹٹولنا شروع کیا، یہاں تک کہ ان کا ہاتھ ابودرداء رضی اللہ عنہ کو لگ گیا، انھوں نے ان کے تکیے کو ہاتھ لگایا تو وہ پالان کا ایک کمبل تھا، پھر ان کے بچھونے پر ہاتھ رکھا تو وہ کنکریاں تھیں جبکہ ان کے اوپر ایک باریک سی چادر تھی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس حالت میں دیکھا تو آنکھوں سے بے ساختہ آنسو آ گئے، پوچھا:

''آپ اس طرح زندگی کیسے گزار رہے ہیں؟ اللہ میاں آپ پر رحم فرمائے کیا میں نے آپ پر (مال و دولت کی) وسعت نہیں کی؟''

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں سوال کیا:

''اے عمر! (بالکل آپ نے تو مال سے وسعت کی تھی لیکن یہ بتائیں) کیا آپ کو وہ حدیث یاد نہیں ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہم سے بیان کی تھی؟''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے پوچھا: ''کون سی حدیث؟''

ابو دردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مبارک ارشاد سنایا کہ ''دنیا میں ہم کو اتنا سامان رکھنا ہے جتنا ایک مسافر کو چاہیے ہوتا ہے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حدیث مبارکہ کا یہ اثر ہوا کہ دونوں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یاد کر کے رونے لگے۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے پوچھا:

''امیر المومنین! ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد کیا کیا؟''

پھر دونوں حضرات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں یاد کر کر کے روتے رہے، یہاں تک کہ روتے روتے نمازِ فجر کا وقت ہو گیا۔ (باقی اگلے ہفتے)

(باقی اگلے ہفتے)

***

جوابات
آپ کتنے پانی میں ہیں؟ ۲۳

(۱) حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام۔

(۲) حضرت ابوعبیدہ بن جراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

(۳) پہلی بحری اسلامی فوج حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں تیار ہوئی۔

(۴) اشک آباد ازبکستان کے دارالخلافہ کا نام ہے۔

(۵) نیوٹن (علامت: N) انٹرنیشنل سسٹم آف یونٹس (SI) قوت کی اخذ کردہ اکائی ہے۔ اس کی تعریف kgm/s2 کے طور پر کی جاتی ہے۔ یعنی وہ قوت جو ایک کلوگرام کے وزن کو پیمانے پر ایکسیلریٹر فی سیکنڈ فی سیکنڈ کو دھکیل دیتی ہے۔

خط کتابت کا پتا: دفتر روزنامہ اسلام، ناظم آباد، کراچی
bkislam4u@gmail.com, 021 366 099 83

ادارہ روزنامہ اسلام کی تحریری اجازت کے بغیر بچوں کا اسلام کی کوئی تحریر کہیں شائع نہیں کی جاسکتی۔ بصورت دیگر ادارہ قانونی چارہ جوئی کرنے کا حق رکھتا ہے۔

سالانہ زرِتعاون: اندرونِ ملک 1500 روپے بیرونِ ملک ایک میگزین 22000 روپے دو میگزین 25000 روپے
انٹرنیٹ: www.dailyislam.pk

یہ خوبصورت کہانی پڑھتے ہوئے آپ کو اچانک احساس ہوگا کہ ارے یہ تو ایک سچی کہانی ہے!

اپنا گھر

علی اکمل تصوّر

اُنھوں نے اپنا یہ گھر خاص مٹی کی مدد سے بنایا تھا۔ اِس گھر میں داخل ہونے کے لیے بہت سے سوراخ تھے۔ وہ یہاں لاکھوں کی تعداد میں رہتی تھیں۔ اُن کا سلوک مثالی تھا۔ اُن کا آپس میں کبھی جھگڑا نہیں ہوا تھا۔ سب اپنے اپنے حصّے کا کام کرتی تھیں اور اطمینان سے زندگی گزارتی تھیں۔

مگر پھر ایک دن اچانک اِس گھر میں طوفان آ گیا۔

مصیبت بیٹھے بٹھائے آئی تھی۔ یہ ایک لپ لپاتی دوشاخہ زبان تھی۔ وقفے وقفے سے یہ لیس دار زبان کسی سوراخ کے ذریعے گھر کے اندر داخل ہوتی۔ اُن میں سے بہت سی اُس زبان کے ساتھ چپک جاتیں اور پھر زبان باہر چلی جاتی۔

> ”دُشمن سے ڈرنا نہیں چاہیے۔ اُس کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ مشکل سے بچنے کے لیے اپنا گھر چھوڑ دینا مشکل کا حل نہیں ہے۔ دُشمن تو نئے گھر میں بھی آ سکتا ہے!“

ایسا حملہ اُن کے گھر پر پہلی بار ہوا تھا۔ پہلے تو وہ سب گھبرا گئیں۔ اِس ہل چل میں جانی نقصان زیادہ ہوا، پھر وہ سب اپنے اِس گھر کے محفوظ کونوں میں دُبک گئیں۔ خوف اور صدمے کی وجہ سے اُن سب کا برا حال تھا۔

جب بہت دیر گزر گئی تو اُن میں سے چند ہمت کر کے اپنے گھر سے باہر نکلیں۔ باہر کوئی بھی نہیں تھا۔ ہاں ریتلی مٹی پر گھر کے چاروں طرف لکیریں سی نظر آ رہی تھیں۔

وہ اپنے دُشمن کو دیکھ بھی نہیں پائی تھیں اور جنھوں نے دیکھا تھا وہ زندہ نہیں رہی تھیں۔

اب وہ سب سر جوڑ کر بیٹھ گئیں کہ آگے کیا ہوگا؟ کسی کو کچھ معلوم نہیں تھا۔ انھیں سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ آخر دُشمن کا مقابلہ کس طرح کریں؟

”جہاں تک میں سمجھتی ہوں، ہمارا دُشمن بہت طاقت ور ہے۔“

سنہری سردار چیونٹی بولی۔

”جس کی زبان اتنی بڑی ہے، وہ خود کتنا بڑا ہوگا۔“

کالی چیونٹی بولی۔

”دُشمن نے ہمارے گھر کا راستہ دیکھ لیا ہے، اس لیے ہمیں یہ گھر چھوڑ دینا چاہیے۔“

سفید چیونٹی نے رائے دی۔

”اپنا گھر چھوڑ کر کہاں جائیں گے؟“

سنہری چیونٹی نے اعتراض کیا۔

”جان بچانی بھی تو ضروری ہے۔“ تمام چیونٹیوں نے اس خیال کو پسند کیا، پھر تمام چیونٹیاں قطار بنائے اپنے گھر سے نکل پڑیں۔

انھیں اپنا گھر چھوڑنے کا دکھ بھی تھا اور پھر سے نیا گھر بنانے کی فکر بھی۔ اب انھیں مناسب جگہ کی بھی تلاش تھی۔

چلتے چلتے وہ ایک کھیت میں داخل ہوئیں۔ یہ کھیت گاؤں کے ساتھ ہی تھا۔ انھوں نے دیکھا کہ ایک مرغی کھیت میں کُٹ کُٹاتی پھر رہی ہے۔ اس کے ساتھ ایک درجن سے زیادہ چوزے بھی موجود تھے۔ وہ سب کھیت میں اپنی خوراک تلاش کر رہے تھے۔ نرم مٹی پر اپنی چونچ اور پنجے چلا رہے تھے تاکہ دانا دنکا اور ان کے جیسے حشرات کھا سکیں۔

چیونٹیوں کا قافلہ چلتے چلتے رک گیا۔ انھوں نے ایک عجیب منظر دیکھا تھا۔ ایک بلی چھپ کر مرغی کے بچوں کو تاڑ رہی تھی۔ وہ مناسب موقع کے انتظار میں تھی۔ جیسے ہی اسے موقع ملتا وہ چوزہ اُچک کر بھاگ جاتی مگر اسی وقت مرغی کو بلی کی موجودگی کا احساس ہو گیا۔ اِدھر بلی نے چوزے پر حملہ کیا ادھر مرغی پھڑ پھڑاتے ہوئے اُڑی اور بلی سے پہلے اپنے بچے کے پاس پہنچ گئی اور اپنے پنجوں سے بلی کو نوچ ڈالا۔

بلی قدرے ہٹ کر کھڑی ہو گئی۔

”کُٹ...... کُٹ...... کٹاک......“ مرغی کے پَر کھڑے ہو گئے تھے۔

اُس کی آنکھوں میں غصّہ تھا۔

پھر مرغی نے دفاع پر اکتفا کرنے کی بجائے اقدام کرنے کا فیصلہ کیا اور بلی پر ایک زوردار حملہ کر دیا۔

”کُٹ...... کُٹ...... کُٹ......!“

آسان علمِ دین کورس

فارورڈ میسجز میں بہت سی باتیں بے تحقیق ہوتی ہیں، عوام کو چاہیے کہ ایسی بے تحقیق باتوں کو بالکل نہ پڑھیں، اس کے بجائے تحقیقی چیزیں سیکھیں، تھوڑا سیکھیں مگر اچھا سیکھیں۔

فیس ماہانہ 90 روپے

اس کورس میں آپ روزانہ چار چیزیں سیکھیں گے:
1 ایک آیتِ کریمہ مع ترجمہ 2 ایک حدیثِ مبارکہ مع ترجمہ
3 ایک مسنون دعا مع ترجمہ 4 ایک فقہی مسئلہ

03042215717

SHAMS-UL-MAKATIB

ڈر کے مارے بلی نے دوڑ لگا دی۔

اپنے بچوں کی حفاظت کے لیے ایک ماں نے خود سے کئی گنا طاقت وَر دشمن کو بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا۔

چیونٹیاں حیرت سے یہ منظر دیکھ رہی تھیں۔

اِس منظر میں ان کے لیے ایک سبق تھا کہ دشمن سے ڈرنا نہیں چاہیے۔ اس کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ مشکل سے بچنے کے لیے اپنا گھر چھوڑ دینا مشکل کا حل نہیں ہے، کیونکہ دشمن تو نئے گھر میں بھی آ سکتا ہے۔

اب چیونٹیوں کے اس قافلے کے لیے آگے کا سفر کرنا ناممکن تھا۔

ایک نئے جوش اور ولولے کے ساتھ وہ پلٹ گئیں۔

اپنے گھر پہنچ کر انھوں نے سکون کا سانس لیا۔ اب انھیں دشمن کا انتظار تھا۔ اب وہ متحد ہو کر مقابلہ کرنے کے لیے تیار بیٹھی تھیں۔

رات سکون سے گزری، پھر نئے دن کا آغاز ہوا۔

اچانک انھوں نے سرسراہٹ کی آواز سنی اور پھر انھوں نے دیکھا کہ سوراخ میں سے لپ لپاتی لیس دار زبان گھر کے اندر داخل ہو رہی ہے۔

تمام چیونٹیاں ہوشیار تھیں، کوئی ایک بھی دشمن کے ہاتھ یعنی زبان پر نہ لگی اور وہ سب دوسرے سوراخوں میں سے گھر سے باہر نکل آئیں۔

اور یہ دیکھ کر اُن سب کا دل دھک سے رہ گیا کہ ان کا دشمن ایک سانپ تھا۔ سانپ ان کے گھر کے اوپر ہی کنڈلی مارے بیٹھا تھا۔ وہ بار بار اپنی دوشاخہ زبان سوراخ میں داخل کر رہا تھا مگر ہر بار ناکامی کی وجہ سے اب اُسے غصّہ آ رہا تھا۔

’’حملہ......!‘‘ سردار چیونٹی نے چیخ کر کہا۔

اور ہزاروں، لاکھوں کی تعداد میں چیونٹیاں سانپ کی طرف تیزی سے بڑھنے لگیں۔

دشمن چیونٹیوں کے حملے سے غافل اپنے دھیان میں تھا کہ اچانک لاکھوں چیونٹیاں اُس کے جسم پر چڑھ گئیں اور ایک ساتھ مل کر اسے کاٹنا شروع کر دیا۔

اور سانپ تو اس اچانک آنے والی مصیبت سے گھبرا گیا۔ اس نے تیزی سے اپنا بل کھولا۔

چیونٹیوں نے اسے پھر سے کاٹا۔ سانپ نے زور سے اپنی دُم پٹخی۔ بہت سی چیونٹیاں نیچے گر پڑیں۔ بہت سی دُم کے نیچے آ کر کچلی گئیں مگر ہزاروں ابھی بھی اس سے چپکی ہوئی تھیں۔ گرنے والی چیونٹیاں بھی اٹھ کھڑی ہوئیں اور پھر سے سانپ کے جسم پر سوار ہو گئیں۔

اب تو شدتِ تکلیف سے سانپ بہت زیادہ گھبرا گیا۔ اس نے کب ان معمولی چیونٹیوں کو کبھی اہمیت دی تھی جو اب متحد ہو کر آئی تھیں تو اسے موت سامنے نظر آنے لگی تھی۔

ایک ساتھ ہزاروں لاکھوں چیونٹیوں کے کاٹنے کی وجہ سے ہونے والی چبھن کا احساس بہت شدید تھا۔ سانپ نے ایک بار پھر زور سے دُم پٹخی مگر اب تمام چیونٹیاں ہوشیار ہو چکی تھیں۔ وہ سانپ کے جسم کے ساتھ چمٹی رہیں اور انھوں نے اپنے منہ کے شکنجے کا دباؤ بڑھا دیا تھا۔

اب تو سانپ تڑپ کر ایک سمت دوڑا۔ اُس کے دوڑتے ہی چیونٹیاں اُس کے جسم سے الگ ہونے لگیں۔ کوئی یہاں گری تو کوئی وہاں۔

سانپ جو بھاگا تو اس نے پیچھے مڑ کر بھی نہیں دیکھا۔

سیکڑوں چیونٹیاں اپنے گھر اور قوم کے لیے قربان ہو چکی تھیں، لیکن ان کی قربانی کی وجہ سے لاکھوں چیونٹیاں اور ان کے بچے اب محفوظ تھے۔ چیونٹیوں کی تعداد کے حساب سے بہت کم جانی نقصان ہوا تھا۔ چند زخمی بھی تھیں مگر خوشی کی بات یہ تھی کہ اُنھوں نے اتحاد کی طاقت سے اپنے سے بہت ہی بڑے اور زہریلے دشمن کو بھاگنے پر مجبور کر دیا تھا اور یوں خود کو اور اپنے پیارے گھر کو بچا لیا تھا۔

جب وہ تمام چیونٹیاں اپنے گھر میں داخل ہو رہی تھیں تو سنہری چیونٹی کے بیٹے نے معصومیت سے پلکیں جھپکاتے ہوئے اپنی ماں کی طرف دیکھا اور پوچھا:

’’امی! اب وہ سانپ دوبارہ تو نہیں آئے گا ناں؟‘‘

’’نہیں آئے گا......اور اگر آیا بھی تو ہم سب مل کر پھر سے اُسے کاٹیں گے۔‘‘

امی بولی۔

’’میں بھی امی؟‘‘ وہ معصومیت سے بولا۔

’’ہاں......تم بھی......‘‘ سنہری چیونٹی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

’’جس قوم میں تم جیسے بچے ہوں، اس کا سامنا کوئی دشمن نہیں کر سکتا۔‘‘

سنہری چیونٹی کے بیٹے کا سر فخر سے بلند ہو گیا۔

☆☆☆

میرِ حجاز

82

(خصوصی طور پر بچوں کا اسلام کے نوعمر قارئین کے لیے سہل اور عام فہم انداز میں تلخیص کیا گیا!)

اختر حسین عزمی

درس صلح دینے والے محسنوں سے نادان معاشرہ ایسے ہی جنگ کرتا آیا ہے، لیکن آج کا دن تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی کا سب سے سخت دن تھا۔ گھٹنے تھکن سے چور، پنڈلیاں گھائل اور معصوم پاکیزہ خون سے لباس رنگین ہو گیا تھا۔

خون رِسنے سے جوتے پاؤں سے چپک گئے تھے۔ زخموں سے چور اور تھکن سے نڈھال چلتے چلتے اب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہر سے کافی دُور آ چکے تھے لیکن ہجوم نے آپ کا پیچھا نہ چھوڑا تھا۔

باغ کی فصیل کے ساتھ چلتے چلتے آپ کو اس کا پھاٹک کھلا نظر آیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہجوم سے بچنے کے لیے اس میں داخل ہو گئے۔

یہ باغ قریش مکہ کے سرداروں عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ کا تھا۔

یہ دیکھ کر ہجوم واپس پلٹ گیا۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم باغ کی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر انگور کی بیلوں کے سائے میں ستانے لگے۔

آج جسم ہی نہیں، دل بھی زخمی تھا کہ جن کی خیر خواہی کرنے آیا ہوں، وہ اتنے نادان ہیں۔ کوئی ایک فرد بھی دعوت پر لبیک کہنے والا نہ ملا۔ طائف کے خوش حال اور متمدن لوگ خدا فراموشی اور اخلاق باختگی میں اہلِ مکہ سے بھی آگے بڑھ گئے تھے۔ اہلِ مکہ تو پھر بھی ایک اخلاق رکھ رکھاؤ رکھتے تھے لیکن طائف کے لوگ تو انسانی احساسات سے بالکل عاری اور لاابالی ڈھب کے ثابت ہوئے تھے۔

حزن و ملال کی تصویر کو حرکت ہوئی۔ اللہ کے حضور سجدہ ریز ہوئے اور پھر حزن و الم سے لبریز دل کے احساسات و جذبات درد و سوز میں ڈوبی فغاں بن کر رب کے حضور بلند ہوئے:

''اے اللہ! میں اپنی قوت کی کمی، اپنی بے سروسامانی اور لوگوں کے مقابلے میں اپنی بے بسی کی شکایت تجھی سے کرتا ہوں۔ تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا اور کمزوروں کا رب ہے۔ تو ہی میرا مالک ہے۔ تو مجھے کس کے حوالے کرتا ہے؟ کیا کسی بیگانے کے جو مجھے دیکھ کر تیوری چڑھائے یا ایسے دشمن کے جو میری قسمت کا مالک بن بیٹھا ہے؟ لیکن اگر مجھ پر تیرا غضب نہیں، تو پھر مجھے کچھ پروا نہیں۔ تیری عافیت میرے لیے دلکشا ہے۔ میں پناہ مانگتا ہوں تیرے چہرے کے نور کی جس سے تاریکیاں چھٹ جاتی ہیں۔ اور جس سے دنیا و آخرت کے معاملات سنور جاتے ہیں۔ میں پناہ چاہتا ہوں اس بات سے کہ مجھ پر تیرا عتاب ہو یا تو مجھ سے رُوٹھ جائے۔ میں تیری طلب میں لگا رہوں گا حتیٰ کہ تو مجھ سے راضی ہو جائے۔ تیری ذات کے سوا میرے لیے کہیں طاقت ہے نہ قوت!'' (سیرۃ ابن ہشام)

☆☆

عتبہ اور شیبہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو باغ میں داخل ہوتے ہوئے اور ہجوم کو پلٹتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔

وہ اگرچہ مکہ میں اسلام کی مخالفت میں پیش پیش تھے لیکن اہلِ طائف کے ظالمانہ سلوک کو دیکھ کر ان کے دل بھی پسیج گئے۔

دوسرے قبیلے کی زیادتی پر کچھ خاندانی عصبیت کا جوش اور کچھ قریش کی روایتی وضع داری کے باعث انھوں نے اپنے غلام کو حکم دیا:

''عداس! انگوروں کا ایک اچھا سا خوشہ لو، اسے طشتری میں رکھو اور باغ کے دروازے کے پاس بیٹھے مسافر کو کھانے کے لیے دے آؤ۔''

اپنے آقا کے حکم کی تعمیل میں عداس پیغمبرِ اسلام کے پاس پہنچا اور انگور پیش کیے اور کھڑے ہو کر مظلوم مسافر کی حالت زار کو دیکھنے لگا۔

مسافر نے انگور کے خوشے سے انگور توڑے اور بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھ کر کھانے لگا تو عداس نے چونک کر مسافر کی طرف غور سے دیکھا اور پھر کہا:

''خدا کی قسم! یہاں تو کبھی کسی زبان سے اس طرح کا جملہ نہیں سنا۔''

''تمہارا دین کیا ہے؟''

''میں عیسائی ہوں۔''

''کس سرزمین سے آئے ہو؟''

''عراق کے شہر نینوا سے۔'' عداس نے جواب دیا۔

''نینوا! اچھا تو تم مردِ صالح یونس بن متی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بستی کے ہو۔''

''آپ یونسؑ بن متی کو کیسے جانتے ہیں؟''

عداس کے لیے یہ نئی بات تھی کہ یہ مسافر یونس بن متی کو بھی جانتا ہے۔ یہاں کے لوگوں میں سے تو کوئی ان کا نام تک نہیں جانتا تھا۔

''وہ میرے بھائی تھے، وہ اللہ کے نبی تھے اور میں بھی نبی ہوں۔''

یہ سن کر عداس جھکا اور آپ کے سر، ہاتھ اور پاؤں کے بوسے لینے لگا۔

عتبہ، شیبہ دور بیٹھے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔ انھوں نے آپس میں کہا:

''لو اب اس نے ہمارے غلام کو بھی خراب کر دیا۔''

عداس جب واپس آیا تو وہ اسے جھڑکتے ہوئے کہنے لگے:

''عداس! تجھے کیا ہو گیا تھا جو تُو اس شخص کے ہاتھ پاؤں چومنے لگا تھا۔''

''میرے آقا! روئے زمین پر اُن سے بہتر آدمی کوئی نہیں ہے۔ انھوں نے مجھے وہ بات بتائی ہے جو نبی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔''

''عداس تم پر افسوس! دیکھنا کہیں یہ شخص تمھیں تمھارے دین سے برگشتہ نہ کر دے، تمھارا دین اس کے دین سے بہتر ہے۔'' (سیرۃ ابن ہشام)

(جاری ہے)

سروبارا امباکر

(گزشتہ سے پیوستہ)

دعوت اور باتیں

آپ دعوت اُڑا رہے ہیں۔ کھا پی رہے ہیں، باتیں کر رہے ہیں، قہقہہ لگا رہے ہیں، سانس لے رہے ہیں، مشروب کی چسکیاں بھر رہے ہیں، اور آپ کے گلے کے چوکس چوکیدار انتہائی تیز رفتاری سے ہر چیز کو ٹھیک ٹھیک جگہ پر پہنچا رہے ہیں۔

اور یہ کام دونوں سمتوں میں جاری ہے۔

سانس اور کھانا پینا اندر جا رہا ہے اور ہوا اور آواز باہر کی سمت آ رہی ہے۔

یہ زبردست کامیابی ہے، لیکن اس سے بھی زیادہ ہے جو اس وقت چل رہا ہے۔

مثلاً اگر آپ سیاست اور حالاتِ حاضرہ پر تبصرہ کر رہے ہیں تو تجزیہ کرنے کے ساتھ ساتھ دماغ خوراک کے بارے میں بھی چوکس ہے۔ وہ ذائقہ اور تازگی محسوس کر رہا ہے۔ کھانے کی ساخت اور لقمے کے سائز کو تول رہا ہے۔ آپ نرم چیز مثلاً آئس کریم کے چمچ کو تو بغیر چبائے نگل رہے ہیں لیکن کسی چھوٹی اور سخت چیز مثلاً مونگ پھلی کو آپ کا دماغ چبا کر چھوٹے ٹکڑے کر دینے پر اصرار کرتا ہے۔

یہ سب عمل مسلسل جاری ہے (اور ساتھ ہی عالمی سیاست پر نکتہ وری بھی)۔

اور ہاں آپ خود اُس کی شعوراً کچھ بھی مدد نہیں کر رہے۔

اب آپ کا پیٹ بھر چکا ہے لیکن آپ ایک اور کباب کو منہ میں ٹھونس رہے ہیں اور ابھی یہ منہ ہی میں تھا کہ ایک چسکی مشروب کی بھی لگا لی تا کہ گلا صاف ہو تو دنیا کو بڑھتی مہنگائی سے نمٹنے کے طریقے بتا سکیں۔

اپنے اندرونی سسٹم کو غیر مستحکم کرنے کی آپ کی تمام کوششوں کے آگے آپ کا بدن ایک وفادار خادم کی طرح ڈٹا ہوا ہے۔

☆☆

اِس سب کام کو ٹھیک ٹھیک سرانجام دینے کے لیے جتنی مہارت درکار ہے اور جتنی بار ہم خود اپنے سسٹم کو خطرے میں ڈالتے ہیں، یہ غیر معمولی بات ہے کہ ہمارے گلے میں بار بار پھندا کیوں نہیں لگتا۔

سب کچھ بغیر کسی مسئلے کے ٹھیک چلتا رہتا ہے لیکن ہمیشہ نہیں۔

سرکاری اعداد و شمار کے مطابق صرف امریکا میں دو ہزار لوگ ہر سال سانس کی نالی میں کھانا پھنس جانے کی وجہ سے اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔

اور شاید اصل تعداد اُس سے کہیں زیادہ ہے، کیونکہ کھانا کھاتے ہوئے پڑنے والے دل کے دوروں سے ہونے والی ہلاکتوں میں سے کئی کیس ایسے ہیں جو اصل میں (choke) ہونے کے ہیں لیکن آس پاس کے لوگوں کو اس کا علم نہیں ہو پاتا۔

لیکن اس بات کو نظر انداز بھی کر دیا جائے تب بھی صرف امریکا میں حادثاتی اموات میں چوتھا نمبر اس طرح سے ہلاک ہونے کا ہے۔

پھندہ لگنے سے ہونے والے کسی بھی سانحے سے بچانے کا سب سے مشہور حل ہائملک کا حربہ (Heimlick maneuver) ہے۔

ہائملک نے ۱۹۷۰ء کی دہائی میں اس طریقے کو ایجاد کیا تھا۔ اس میں ایسے شخص کو پیچھے سے بازوؤں میں تھام کر سینے پر بار بار زور لگایا جاتا ہے تا کہ رکاوٹ کھل سکے جیسے بوتل سے کارک اتر جاتا ہے۔

☆☆

ہائملک نیویارک کے سرجن تھے جو ڈرامائی انداز پیدا کرنے میں مہارت رکھتے تھے۔

انھوں نے اپنے اس حربے کی اور خود اپنی بہت تشہیر خوب کی۔ ٹی وی شوز پر، پوسٹرز بنا کر، ٹی شرٹ پر، بڑے اور چھوٹے گروہوں میں لوگوں کے سامنے۔

اُن کا دعویٰ تھا کہ وہ اِس سے لاکھوں لوگوں کی مدد کر چکے ہیں اور اُن میں مشہور شخصیات بھی شامل ہیں لیکن وہ اپنے قریبی لوگوں میں خاص پسند نہیں کیے جاتے تھے۔

ان کی شہرت کو خاص طور پر نقصان اُن کے ایک اور دعوے نے پہنچایا جو ملیریا تھراپی تھی۔ ان کا کہنا تھا کہ ایچ آئی وی اور ایک قسم کے کینسر (Lyme disease) کا علاج یہ ہے کہ خود کو ملیریا کروا لیا جائے......!

ہائملک کی وفات ۲۰۱۶ء میں ہوئی۔ اس وقت ان کی عمر ۹۶ سال تھی۔ اپنی وفات سے کچھ عرصہ قبل انھوں نے اپنے ایجاد کردہ حربے سے نرسنگ ہوم میں ایک خاتون کی جان بچائی۔ اُن کا ایجاد کردہ طریقہ اب تک ایک لاکھ سے زائد لوگوں کی جانیں بچا چکا ہے لیکن غالباً یہ وہ واحد موقع تھا جب وہ خود اِس طریقے سے کسی کی جان بچا سکے۔

☆☆

اب اگلی دعوت پر اب آپ دنبہ کڑاہی کھاتے وقت مہنگائی پر قابو پانے کے علاوہ ہائملک کے حربے کی تاریخ کا بھی تذکرہ کر سکتے ہیں، اور سب کو بتا سکتے ہیں کہ کھانے کا ایک لقمہ بھی ہمیں مار سکتا ہے، اور خدانخواستہ، اگر کوئی خوراک پھنسنے کی مصیبت میں مبتلا ہو تو اسے سیکھ کر آپ کسی کی جان بھی بچا سکتے ہیں۔

ویسے سب سے بہتر طریقہ یہی ہے کہ کھانا کھاتے ہوئے بات نہ کی جائے۔

☆☆☆

مناسب الفاظ کا انتخاب کیجیے

☆......’کھاؤ‘ کی جگہ ’کھالیجے‘

☆......’کیوں آئے ہو؟‘ کی جگہ ’کیسے تشریف لائے؟‘

☆......’اندھے‘ کی جگہ ’نابینا‘

☆......’بوڑھے‘ کی جگہ ’بزرگ‘

☆......’فلاں مر گیا‘ کی جگہ ’فلاں کا انتقال ہو گیا‘

☆......’مصیبت میں پڑ گیا‘ کی جگہ ’آزمائش آ گئی‘

☆......’میرا فیصلہ یہ ہے‘ کی جگہ ’میری رائے یہ ہے‘

☆......’میں یہ کہہ رہا تھا‘ کی جگہ ’میں یہ عرض کر رہا تھا‘

☆......’مجھے تم سے کام ہے‘ کی جگہ ’مجھے آپ سے کام ہے‘

☆......’آپ میری بات نہیں سمجھے‘ کی جگہ ’شاید میں اپنی بات سمجھا نہیں پایا‘

☆......’آپ غلط کہہ رہے ہیں‘ کی جگہ ’مجھ ناچیز کی رائے میں تو یہ بات ایسی ہے!‘

(مولانا محمد اشرف۔ حاصل پور)

دو باتیں

السلام علیکم!

یہ ناول ۱۳ فروری ۱۹۹۵ء کو شروع ہوا اور ۶ مارچ ۱۹۹۵ء کو مکمل ہوا۔ آپ حیران ہو گئے ہوں گے یہ پڑھ کر...... آپ کو حیران کرنے کے لیے ہی تو میں نے یہ بات لکھی ہے۔ اس لیے کہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں ایک عام ناول چار دن میں لکھ لیتا ہوں، جبکہ اس ناول کو لکھنے میں بائیس دن لگے...... یہ تو ایک ریکارڈ ہو گیا۔ بائیس دن میں تو میں ایک اچھا بھلا خاص نمبر لکھ لیتا ہوں۔

اس پہ آپ کی حیرت اور بڑھ گئی ہو گی۔ چلیے آپ کو حیرت سے نجات دلا دیتا ہوں۔ بات دراصل یہ ہے کہ یہ ناول شروع کیا اور اس میں صرف ایک دن کا کام باقی تھا کہ میں بیمار ہو گیا۔ قریباً پندرہ دن اس حد تک بیمار رہا کہ ناول کا ایک لفظ بھی نہ لکھ سکا۔ اس کے بعد کمزور اس درجے رہا کہ ناول لکھنے کو دل نہ چاہا۔ اور اس طرح مورخہ ۶ مارچ ۱۹۹۵ء کو ایک دن کا باقی تکمیل کیا۔ ایسا میری زندگی میں پہلی بار ہوا۔ اس لیے شاید...... خیر چھوڑیں...... آپ میرے لیے دعا کریں۔ بیماری کے اثرات ابھی باقی ہیں۔ اللہ تعالیٰ شفائے کاملہ عطا فرمائے، آمین!

اشتیاق احمد (رحمہ اللہ تعالیٰ)
یکم مئی ۱۹۹۵ء

اُونٹ رے اُونٹ!

۱

اشتیاق احمد

انسپکٹر جمشید سیریز

''آخر ہم انشارجہ کس لیے جا رہے ہیں؟'' محمود نے الجھن کے عالم میں کہا۔

''بس...... سیر کا موڈ ہے۔''

''ابھی ابھی تو ہم جوہی بن کی سیر سے لوٹے ہیں...... ارے ہاں!...... آپ کو رات صدر صاحب نے بلایا تھا...... آپ بہت دیر سے آئے تھے...... ہم سو چکے تھے...... وہاں کیا معاملہ تھا؟...... کیا یہ سفر اسی ملاقات کے نتیجے میں تو نہیں ہو رہا؟'' فرزانہ نے جلدی جلدی کہا۔

''تم نتیجہ بہت جلد نکال لیتی ہو...... اتنی جلدی نہ کیا کرو...... ورنہ غلط نتیجے نکال لیا کرو گی۔''

انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

''جی بہت بہتر! اب ہم بہت دیر لگایا کریں گے، لیکن اس سفر کے بارے میں تو بتا دیں۔''

''یار خان رحمان! تم انھیں بتا دو۔''

''مم...... مگر...... میں کیا بتا دوں؟''

''یہ کہ اس بار ہم سفر پر ظہور کو کیوں ساتھ لے جا رہے ہیں۔''

''اوہ ہاں! تم نے کہا تھا...... انشارجہ میں کچھ دن گزاریں گے تو وہاں کھانوں کا مزا نہیں آئے گا...... لہٰذا ظہور کو ساتھ لے لو...... چنانچہ میں نے ظہور کو ساتھ لے لیا۔''

''سنا تم نے۔'' انسپکٹر جمشید نے انھیں گھورا۔

''جی ہاں! لیکن اس سے یہ بات ہرگز ثابت نہیں ہوتی کہ ہم سیر کرنے جا رہے ہیں۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

''حد ہو گئی...... تم تینوں کو ہو کیا گیا ہے؟...... میری بات پر اعتبار نہیں کر رہے۔''

''آپ کم از کم انشارجہ کی سیر کا پروگرام نہیں بنا سکتے...... اس لیے کہہ رہے ہیں۔''

''ابھی دیکھ ہی لو گے...... اب ظہور سے بات کرو...... بے چارہ بیٹھا بور ہو رہا ہے۔''

''لیکن ابا جان! آپ پروفیسر انکل کو کیوں نہیں لائے۔''

''وہ ہم سے بھی پہلے انشارجہ گئے ہوئے ہیں۔''

''ارے! وہ کب گئے...... پتا ہی نہیں چلا۔'' محمود نے حیران ہو کر کہا۔

''جب ہم جوہی بن گئے تھے...... وہ انشارجہ چلے گئے تھے۔''

''اور وہ انشارجہ کس سلسلہ میں گئے ہیں؟''

''کوئی بین الاقوامی سائنس کانفرنس ہو رہی ہے۔''

''ہمیں تو سر سے لے کر پیر تک کوئی چکر محسوس ہو رہا ہے۔'' فرزانہ نے کہا۔

''تو کیے جاؤ محسوس...... روکا کس نے ہے؟...... اب تم ظہور سے بات کرو۔''

وہ اس وقت جہاز میں تھے...... اور ایک ہی قطار میں بیٹھے ہوئے تھے، اس لیے بات چیت کرنے کے قابل تھے۔

''ظہور انکل...... آپ ہی کچھ بتائیں۔'' فاروق اس

کی طرف مڑا۔

’’مم……میں جہاز میں بیٹھا ہوں۔‘‘اس نے گڑبڑا کر کہا۔

’’تو پھر……اس سے کیا ہوتا ہے؟‘‘

’’جہاز میں تو میرا درست نام لیں۔‘‘

’’اوہ اچھا……ظہور انکل……آپ کو ساتھ کس لیے لایا گیا ہے؟‘‘

’’کھانا پکانے کے لیے……اور کیا مجھے سیر کرانے کے لیے لایا گیا ہے، اپنے ایسے نصیب کہاں؟۔‘‘

’’سن رہا ہوں ظہور کے بچے۔‘‘خان رحمان کی آواز سنائی دی۔

’’ارے باپ رے مروادیا، اب اگر انھوں نے جہاز پر ہی کان پکڑنے کا حکم دے دیا تو؟‘‘اس نے کانپ کر کہا۔

’’فکر نہ کریں، کم از کم جہاز پر تو ایسا حکم نہیں دیں گے۔‘‘

’’اور اگر جہاز سے اتر کر ائیر پورٹ پر دے دیا۔‘‘

’’وہاں بھی ہم منالیں گے۔‘‘

’’چلیے پھر تو ٹھیک ہے، ویسے میں کچھ نہیں جانتا، مجھے تو سیر سپاٹے کے لیے ہی لایا گیا ہے، آپ لوگ سیر کے لیے نکل جایا کریں گے اور میں کھانے پکایا کروں گا۔‘‘

’’بہت افسوس ہوا……لیکن ہم کیا کر سکتے ہیں؟‘‘

’’آپ……بہت کچھ کر سکتے ہیں۔‘‘اس نے سرگوشی کی۔

’’بتائیے……ہم آپ کے لیے ضرور کچھ کریں گے۔‘‘

’’جہاں جائیں……مجھے ساتھ لے کر جائیں۔‘‘

’’اور کھانا؟‘‘وہ ایک ساتھ بولے۔

’’ہوٹلوں سے کھائیں……ارے باپ رے……وہ……وہ آدمی مجھے گھور رہا ہے……جیسے آنکھوں ہی آنکھوں میں کھا جائے گا۔‘‘

’’کک……کون؟……جہاز میں کس کی مجال ہے……آپ کو گھورنے کی اور اسے کیا ضرورت پڑ گئی، ایسا کرنے کی۔‘‘فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

’’وہ سامنے دائیں طرف……کالے سوٹ والا آدمی۔‘‘

’’کالے سوٹ والا؟‘‘انھوں نے دبی دبی آواز میں کہا اور پھر اس طرف دیکھا۔

واقعی وہ شخص ظہور کو گھور رہا تھا۔

’’کیا آپ اسے پہچانتے ہیں انکل؟‘‘

’’نن……نہیں……زندگی میں پہلی بار دیکھ رہا ہوں۔‘‘

’’خیر……آپ اس کی طرف نہ دیکھیں……ہم اندازہ لگانے کی کوشش کریں گے کہ یہ کیا چکر ہے؟‘‘

’’لیجیے! اب آپ جہاز میں بھی چکر شروع کر رہے ہیں۔‘‘ظہور نے حیران ہو کر کہا۔

’’چکر ہم نہیں……یہ شخص چلا رہا ہے۔‘‘فاروق نے منہ بنایا۔

’’لیکن مجھے گھورنے سے کوئی چکر کس طرح شروع ہو سکتا ہے بھلا……؟‘‘ ظہور کے لہجے میں حیرت تھی۔

’’ایک منٹ! پوچھ کر بتاتا ہوں۔‘‘فاروق مسکرایا۔

’’پوچھ کر بتاتے ہیں، لیکن کس سے پوچھ کر……کیا ان صاحب سے؟‘‘ ظہور نے گھبرا کر کہا۔

’’نہیں……اپنے بڑوں سے۔‘‘

''ارے ارے...... ایسی بات بھی کوئی پوچھنے کی ہوتی ہے۔'' ظہور نے گھبرا کر کہا۔

''ہاں! کیوں نہیں ...... پوچھنے کا کیا ہے...... کوئی بات بھی پوچھنے کی ہوسکتی ہے۔'' یہ کہہ کر فاروق بڑوں کی طرف مڑا۔

''کیوں ابا جان! کیا کوئی چکر انکل ظہور کو گھورنے سے شروع ہوسکتا ہے؟''

''بھئی شروع ہونے کو کیا شروع نہیں ہوسکتا۔'' وہ مسکرائے۔

''کیا مطلب ابا جان؟''

''پہلے یہ بتاؤ...... یہ بات تمھارے ذہن میں کس طرح آئی؟''

''آپ اس سیاہ سوٹ والے کو دیکھ رہے ہیں۔'' محمود نے دبی آواز میں کہا۔

''تم کہتے ہو تو دیکھ لیتا ہوں۔'' یہ کہہ کر انھوں نے اس طرف دیکھا، پھر بولے۔

''ہاں! دیکھ رہا ہوں...... کیا بات ہے؟''

''یہ حضرت مسلسل ہمارے انکل کو گھور رہے ہیں۔''

''اوہ اچھا...... کمال ہے...... خیر...... اب میں دیکھتا ہوں...... تم اس طرف سے نظریں ہٹا لو...... اور اپنی باتوں میں مشغول رہو۔''

''جی بہتر!'' اس نے کہا۔

ایک منٹ بعد ہی انسپکٹر جمشید نے دبی آواز میں کہا۔

''تمھارا اندازہ بالکل درست ہے...... یہ شخص مسلسل ظہور کو گھور رہا ہے، ضرور کوئی بات ہے اور ہم اس بات کی تہ تک پہنچنے کی کوشش کریں گے، بس تم باتوں میں لگے رہو۔''

''جی بہت بہتر۔'' وہ ایک ساتھ بولے۔

ایسے میں سیاہ سوٹ والا انھیں اپنی سیٹ سے اٹھتا نظر آیا اور پھر وہ یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گئے کہ وہ ظہور کی طرف بڑھ رہا تھا۔

اُدھر ظہور نے اسے اپنی طرف بڑھتے دیکھا تو وہ گھبرا گیا۔

''ارے باپ رے...... یہ...... یہ تو میری طرف آ رہا ہے۔''

''آپ پریشان نہ ہوں، ہم بھی تو آپ کے ساتھ جہاز میں ہیں، معاملے کو خود دیکھ لیں گے۔'' محمود نے کہا۔

''اچھی بات ہے...... آپ کہتے ہیں تو نہیں گھبراتا۔ ورنہ اس وقت میرا بہت زیادہ گھبرانے کو جی چاہ رہا ہے۔'' اس نے جلدی جلدی کہا۔

''اوہو...... آپ بعد میں جس قدر جی چاہے، گھبرا لیجیے گا...... ہم کوئی اعتراض نہیں کریں گے۔'' فاروق نے برا سا منہ بنایا اور پھر سیاہ لباس والا ظہور کے بالکل نزدیک پہنچ کر رک گیا۔ پھر وہ با ادب انداز میں جھکا اور بولا:

''شہزادہ صاحب! آپ کو جہاز میں دیکھ کر بہت حیرت ہو رہی ہے۔ ریاست میں تو آپ کی گمشدگی نے کھلبلی مچا رکھی ہے...... اور آپ ریاست سے نکل کر نجانے کہاں کہاں گھوم پھر رہے ہیں...... لیکن شاید اب آپ کی سیر کا پروگرام ختم ہے کہ واپس جا رہے ہیں۔''

''آپ مجھ سے کچھ کہہ رہے ہیں؟'' ظہور مارے حیرت کے بولا۔

''لیجیے! آپ نے اپنے اِس خادم کو نہیں پہچانا، میں ہوں آپ کا پرانا خادم سرجان! اب پہچانا یا نہیں۔''

''نہیں تو......!'' ظہور بوکھلا اٹھا۔

''خیر خیر...... نہ پہچانیے...... میں ابھی اور اسی وقت ریاست میں آپ کے بابا جان کو پیغام دیتا ہوں...... وہ ائیر پورٹ پر آپ کے استقبال کا انتظام کر دیں گے۔''

''بب...... بب...... بابا جان!...... مم...... میرے بابا جان تو کب کے فوت ہوچکے ہیں۔'' ظہور گڑبڑا گیا۔

''مذاق نہ کریں...... بابا جان ایسی بات سنیں گے تو کس قدر ناراض ہوں گے۔''

''بے چارے قبر میں کیسے ناراض ہوں گے؟''

''اوہ آپ پر مذاق کا بھوت سوار ہے...... خیر...... میں دیکھتا ہوں۔'' سیاہ لباس والے نے مایوسانہ انداز میں کہا اور اپنی سیٹ کی طرف مڑ گیا۔

''یہ...... یہ مذاق کا بھوت کیسا بھوت ہوتا ہے محمود صاحب؟''

''آپ تو بڑے چھپے رستم نکلے...... ہیں آپ شہزادے، اور کر رہے ہیں انکل خان رحمان کی نوکری۔'' فاروق نے مسکرا کر کہا۔

''کک...... کیا کہہ رہے ہیں؟'' اس نے بوکھلا کر کہا۔

''آپ نے سنا ابا جان! یہ شخص کیسی پراسرار باتیں کر گیا ہے۔''

''ایسا لگتا ہے جیسے اس کی ریاست کا شہزادہ گم ہوگیا ہے، اس کی شکل وصورت ضرور ظہور جیسی ہوگی۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

''ارے باپ رے...... اب ائیر پورٹ پر کیا ہوگا؟ وہ تو موبائل فون پر رابطہ کر رہا ہے۔'' **(اسے کوئی سیٹلائٹ ٹرانسمیٹر فرض کر لیجیے، کیونکہ ہزاروں فٹ بلندی پر موبائل فون سے آج بھی رابطہ نہیں ہوسکتا)** ظہور نے بوکھلا کر کہا۔

''چلیے اچھا ہے، آپ مفت میں شہزادے بن رہے ہیں، ہمیں کوئی بنائے تو فوراً بن جائیں۔''

''لل...... لیکن...... وہ...... بب...... بابا جان۔'' ظہور نے گڑبڑا کر کہا۔

اور ان کی ہنسی نکل گئی۔

''حیرت ہے، یہ تو انشارجہ کی کسی ریاست کا شہزادہ نکلا...... اور میں اسے کان پکڑواتا رہا ہوں۔'' خان رحمان بولے۔

''اب تو نہیں پکڑوائیں گے نا۔''

''نہیں...... مم...... میری توبہ۔'' وہ گھبرا گئے۔

''ارے! ہم تو بھول ہی گئے...... ہم ابا جان سے یہ پوچھ رہے تھے کہ آخر اس اچانک سفر کا مقصد کیا ہے کہ انکل کا چکر شروع ہوگیا۔''

''اِس چکر پر حیرت مجھے بھی ہے، خیر دیکھا جائے گا، ہم اپنے سفر کا مزا کیوں خراب کریں۔''

''لیکن دھیان تو بار بار اُس سیاہ لباس والے کی طرف جا رہا ہے...... وہ دیکھیے...... وہ حضرت پھر اٹھ رہے ہیں...... غالباً ادھر ہی آئیں گے۔'' فاروق گھبرا گیا۔

''کوئی بات نہیں ...... وہ کوئی ظہور کو کاٹ نہیں کھائے گا۔''

''یا اللہ رحم۔'' ظہور کانپ کر بولا۔

''اوہو! کیا مصیبت ہے بھئی...... تمھارے چہرے پر زلزلے کے آثار ہیں...... اور یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے...... خبردار...... ان آثار کو غائب کر دو...... ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔''

''جی بہتر...... ویسے بھی آپ سے۔'' ظہور کہتے کہتے رک گیا۔

''ہاں ہاں کہہ دو...... مجھ سے برا تو ویسے بھی کوئی نہیں ہے۔'' خان رحمان نے زہریلے انداز میں کہا۔

''نن...... نہیں...... میں یہ نہیں کہنے جا رہا تھا۔''

اتنے میں سیاہ لباس والا قریب آ گیا۔ پہلے کی طرح جھکا اور ادب سے بولا۔

''آپ کے بابا جان سے رابطہ ہوگیا ہے، وہ آپ کے بارے میں سن کر حد درجے خوش ہوئے ہیں اور انھوں نے کہا ہے کہ وہ پورے لاؤلشکر کے ساتھ شہزادے کے استقبال کے لیے ائیر پورٹ پر پہنچ رہے ہیں۔''

''نن...... نہیں۔'' ظہور کانپ گیا۔ اُس نے گھبرا کر خان رحمان کی طرف دیکھا۔

''عین اس وقت جہاز پر اعلان ہونے لگا۔

''ہم انشارجہ پہنچنے والے ہیں اور ائیر پورٹ پر اتر رہے ہیں، اپنی سیٹ بیلٹ باندھ لیں۔''

(جاری ہے)

سنومین

عشرت جہاں

نیر اور تاباں دونوں گھر سے نکلے۔

دادی اماں کی ہدایت کے مطابق نیر نے مضبوطی سے بہن کا ہاتھ تھاما ہوا تھا۔

جوں جوں آگے بڑھتے گئے، تاباں مچلنے لگی، پھر وہ نیر کا ہاتھ جھٹک کر ہوا ہوگئی۔

’’بہت بے چین بچی ہے، چلبلی اور نچلی نہ بیٹھنے والی۔‘‘

یہ خطاب اسے دادی کی طرف سے ملے تھے۔

بستی کے پیچھے والا بڑا میدان برف سے اٹا ہوا تھا۔

’’برف کا سمندر!‘‘ تاباں کی کلکاری میں بے پناہ مسرت چھپی تھی۔

’’بھائی! درختوں کو کیا ہوا ہے؟‘‘

اس نے انجان بن کر سوال کیا، حالانکہ اسے معلوم تھا کہ برف کی چادر کے نیچے ٹنڈ منڈ درخت چھپے کھڑے ہیں۔

بستی کے دیگر بچے بھی یہاں وہاں دوڑتے نظر آرہے تھے۔ دور سے دیکھو تو یوں لگتا تھا چابی والے رنگ برنگ گڈے گڑیاں گھوم پھر رہے ہوں۔

نیر دوڑتے بھاگتے بچوں میں اپنے دوستوں کو تلاش کرنے لگا۔

میدان کے ایک کونے میں چند بچے برف کا آدمی بنا رہے تھے اور کچھ ساتھی بچے شرارت کے طور پر سارا کھیل بگاڑ رہے تھے۔ کسی نے برف کے گولے بنا بنا کر نشانہ بازی کی مشق شروع کر رکھی تھی، پھر تو دیکھتے ہی دیکھتے دوسرے بچوں نے بھی یہ شغل اپنا لیا۔ اب بے چارے سنومین کا نہ ہاتھ تھا نہ ناک، تڑا مڑا سا کھڑا تھا۔

سنومین بنانے والے بچے روہانسے ہو کر شرارتی بچوں کے پیچھے بھاگ کھڑے ہوئے۔ اب وہاں ایک اکیلا ادھورا سنومین تھا اور نیر اور تاباں۔

’’بھائی! آؤ اسے پھر سے بنائیں۔‘‘ تاباں آگے بڑھی۔

جس طرح سمندر کی سیر کو جانے والے بچے ریت سے گھروندے بناتے ہیں اور کچھ بڑے بچے ریت سے قلعے بھی بناتے ہیں لیکن ریت سے بنے گھروندے اور قلعے ناپائیدار ہوتے ہیں۔ وقت اور حالات کی ہوائیں انھیں بڑی جلدی ڈھا دیتی ہیں۔ اسی طرح برف باری سے لطف اندوز ہونے والے لوگ برف سے سنومین بناتے ہیں۔

نیر نے ماموں سے سنومین بنانا سیکھا تھا۔ نیر اور تاباں کا سنومین بہت اچھا بنا تھا۔ دونوں نے مل جل کر بڑی محبت اور توجہ سے اسے بنایا تھا۔ نیر نے اپنے گلے کا سرخ مفلر سنومین کے گلے میں ڈال دیا۔ تاباں نے سرخ گاجر اس کی ناک کی جگہ رکھ دی۔ اب تو سنومین خوب نمایاں ہو رہا تھا۔ تاباں نے ذرا دور کھڑے ہو کر اس کا جائزہ لیا اور کچھ سوچ کر اپنی جیکٹ اسے پہنانے لگی۔

’’یہ کیا کر رہی ہو تاباں! تمھیں ٹھنڈ لگ جائے گی۔‘‘ نیر نے ڈانٹا۔

’’بھائی یہ سنومین کو پہنا دو ناں میں نے جرسی بھی تو پہنی ہوئی ہے۔‘‘

تاباں ماننے والی کہاں تھی۔

جیکٹ پہن کر سنومین کی سج دھج ہی نرالی تھی۔ شام کے سائے پھیلنے لگے۔ فضا میں خنکی بڑھ رہی تھی۔ نیر نے واپسی کا ارادہ کیا۔ دونوں بچوں نے سنومین پر ایک نظر ڈالی اور اپنے گھر کی طرف روانہ ہوگئے۔ تاریکی یکدم ہی پھیل گئی۔ برف کا میدان خالی ہو چکا تھا۔ یہاں سے وہاں سفید چمک دار برف کے درمیان صرف سنومین کھڑا تھا۔

’’مہربان بچے!‘‘ سنومین بولا۔

’’مجھے ایک گھر بنانا چاہیے۔ ایسا گھر جو منفرد ہو اور جسے بچے بھی پسند کریں۔‘‘ سنومین نے خود کلامی کی۔ ’’زبردست آئیڈیا۔ کل جب بچے آئیں گے تو میرا شاندار گھر دیکھ کر حیران رہ جائیں گے۔‘‘

پھر اس نے اپنا کام شروع کر دیا۔

’’اس نے ونیلا کی بنیادوں پر ٹوٹی فروٹی کی دیواریں کھڑی کیں۔ اسٹرابیری کی ڈھلوان چھت نے گھر کو رونق بخش دی۔ چاکلیٹ کا دروازہ مہارت سے لگا کر اس پر پستے کے پھول ٹھونک دیے۔ کوکونٹ کا پردہ کھڑکی سے ہٹا کر جھانکیں تو مختلف سائز کی کونز سے کی گئی سجاوٹ نظر آرہی تھی۔

’’بہت خوب!‘‘ سنومین نے اندر باہر سے جائزہ لیا۔ ’’گھر کے دروازے کے ساتھ ویفرز کی باڑ لگانی چاہیے۔‘‘

وہ سوچتے سوچتے اپنا کام بھی کر رہا تھا۔

’’اوہ اس کے ساتھ اگر آئس کریم کی نہر بہنے لگے تو مزہ دوبالا ہو جائے۔‘‘ سنومین نے چٹکی بجائی۔

سنومین ابھی سوچ ہی رہا تھا کہ دن کا اجالا پھیلنے لگا۔

سورج کی کرنیں یہ انوکھا گھر دیکھنے کو آسمان سے اتر آئیں۔

مگر افسوس! کرنوں کے دیکھتے ہی دیکھتے پہلے آئس کریم گھر پگھلا پھر رفتہ رفتہ سنومین بھی تحلیل ہو گیا۔

☆☆☆

موسم بدل رہا ہے!

موسم بدل رہا ہے
سردی میں ڈھل رہا ہے
ہر سُو ہے ٹھنڈ چھائی
اب اوڑھ لو رضائی
ٹوپی جراب موزے
دیکھو کہاں رکھے ہیں
پنکھے کو بند کر لو
چائے پسند کر لو
کھانسی زکام نزلہ
ہر ایک کا یہ مسئلہ
سوچو پڑھو گے کیسے
بیمار جب رہو گے
اپنا خیال رکھنا
خود کو سنبھال رکھنا
سردی میں ڈھل رہا ہے
موسم بدل رہا ہے

☆☆☆

عالیہ عبدالکلام

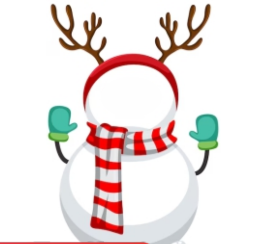

جواہرات سے قیمتی

☆...... جو گناہ پر پچھتائے اسے ولی سمجھو جو پروا نہ کریں اسے گناہ گار انسان سمجھو جو گناہ کر کے اترائے اسے شیطان سمجھو۔

☆...... دعا کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ قیامت کے دن کہے گا کہ اے اللہ میں نے تو دعا کی تھی یا اللہ مجھے نیک بنا پس معذور سمجھا جائے گا۔

☆...... اگر تو حق تعالیٰ سے راضی ہے تو یہ نشانی ہے اس بات کی کہ وہ تجھ سے راضی ہے۔

☆...... انکساری کا سہارا لے کر چلو ورنہ ٹھوکر کھا کر گر پڑو گے۔

☆...... بزرگوں کا نقل کرنے سے کیا ہوتا ہے دیکھو طوطا ہو بہو آدمی کی طرح بولتا ہے کیا وہ آدمی ہو جاتا ہے۔ ہرگز نہیں۔

پروفیسر محمد اسلم بیگ

پہلی جھلک

موسمِ گرما کی چلچلاتی دھوپ سے بلبلا کر مَن چلے مری کا رخ کرتے ہیں اور موسمِ سرما کی چمکیلی برف انھیں ایک بار پھر کھینچ کر مری لے جاتی ہے، جب کہ ہم برف باری شروع ہوتے ہی مری کو خیر باد کہہ کر راولپنڈی آ جاتے تھے اور برف باری ختم ہوتے ہی واپس مری پہنچ جاتے تھے۔

دراصل مری کے تعلیمی اداروں میں باقی پنجاب کے برعکس جنوری، فروری میں موسم سرما کی طویل تعطیلات ہوتی ہیں اور بعض مرتبہ برف باری ختم نہ ہونے کی صورت میں یہ سلسلہ مارچ تک جا پہنچتا ہے۔

یہ ۱۹۸۲ یا ۱۹۸۳ء کی بات ہے، جب میں گورنمنٹ کالج مری میں تدریسی فرائض انجام دے رہا تھا۔ ہم لوگ موسمِ سرما کی تعطیلات کی وجہ سے راولپنڈی آئے ہوئے تھے۔ ایک کرم فرما کے کہنے پر لالہ زار میں رہائش پذیر ایک کرنل صاحب کے بیٹے کو دو تین ماہ کے لیے ٹیوشن پڑھانا شروع کی۔ طالب علم، جس کا نام مجھے یاد نہیں، لائق اور ذہین تھا لیکن اساتذہ کی طرف سے مناسب توجہ نہ ملنے کی وجہ سے وہ بس اوسط درجے کے نمبر لیتا تھا۔ اُس کے والدین کی خواہش تھی کہ وہ کسی طرح فرسٹ ڈویژن حاصل کر لے اور اس کے لیے وہ بڑے فکر مند تھے۔ چند دن پڑھانے کے بعد مجھے اندازہ ہو گیا کہ طالب علم میں نہ صرف فرسٹ ڈویژن حاصل کرنے کی استعداد موجود ہے، بلکہ اگر توجہ اور محنت سے پڑھائی کرے تو اعلیٰ فرسٹ ڈویژن بھی آ سکتی ہے۔ یہ بات میں نے اس کے والد صاحب کو بتائی تو بہت حیران ہوئے اور انھوں نے مجھ سے درخواست کی کہ میں اسے روزانہ ایک گھنٹے کی بجائے دو گھنٹے پڑھایا کروں۔

طالب علم کے شوق، شرافت اور دلچسپی اور والدین کے لیے اس کے بارے میں فکرمندی کی وجہ سے میں نے ان کی بات مان لی۔

پڑھائی کو ابھی چند ہی دن گزرے تھے کہ میں نے اس کی پڑھائی کی میز پر دو تین جاسوسی ناول دیکھے۔ ناولوں کا بغور جائزہ لیے بغیر ہی میں نے اسے مشورہ دیا کہ آپ اگر اعلیٰ نمبر لینا چاہتے ہیں تو یہ ناول پڑھنا چھوڑ دیں۔

”سر! یہ ناول میرے امی ابا بھی پڑھتے ہیں اور وہ مجھے یہ ناول پڑھنے سے منع نہیں کرتے۔“ طالب علم نے بڑے ادب سے وضاحت پیش کی۔

مجھے اُس کا جواب سن کر بڑی حیرت ہوئی اور میں نے ایک ناول اٹھا کر دیکھا تو سرورق

صحابہ اور تابعین کے ایمان افروز اور انوکھے واقعات جاننے کے لیے دو بہترین کتابیں

صحابہ کے واقعات
- 75 کامیاب ہستیوں کا خوبصورت تذکرہ
- واقعات سے حاصل شدہ قیمتی فوائد و نصائح پر مشتمل
- دین سے محبت اور عمل کا شوق ابھارنے میں معاون

تابعین کے واقعات
- 32 خوش نصیب ہستیوں کا ایمان افروز تذکرہ
- قیمتی فوائد و نصائح پر مشتمل
- اسکول و مدارس کے نصابی تقاضوں سے ہم آہنگ

آئیں! مل کر کتاب دوستی کو فروغ دیں اور اس پیغام کو عام کریں۔

مستند مجموعۂ وظائف اب موبائل ایپلی کیشن میں بھی دستیاب ہے۔
GET IT ON Google Play

بیت العلم
کراچی فون: 021-32726509 ، موبائل: 0309-2228089
لاہور فون: 042-37112356
Visit us: www.mbi.com.pk maktababaitulilm

پر ناول کا نام لکھا تھا جو اب مجھے یاد نہیں ہے اور اس کے ساتھ انسپکٹر جمشید سیریز اور مصنف کے طور پر اشتیاق احمد نام درج تھا۔

انسپکٹر جمشید سیریز اور اس کے مصنف کے طور پر اشتیاق احمد کا نام میرے لیے بالکل نیا تھا۔ اُن دنوں لاہور سے شائع ہونے والے اردو ڈائجسٹ اور سیارہ ڈائجسٹ اور کراچی سے شکیل عادل زادہ کے زیر ادارت شائع ہونے والے سب رنگ ڈائجسٹ کے سوا کوئی رسالہ یا ناول میرے زیر مطالعہ نہیں تھا۔

نوجوان سوال حل کرنے میں مصروف ہوا تو میں نے وہ ناول کھول کر ابتدائی صفحوں پر نظر ڈالی اور پھر بقول اشتیاق صاحب علیہ الرحمہ مجھے حیرت کا ایک جھٹکا لگا جو خوف ناک نہیں بلکہ نہایت خوشگوار تھا۔

اس حیرت انگیز اور مسرت آمیز جھٹکے کی وجہ دراصل یہ عبارت تھی جو ناول کے تیسرے یا چوتھے صفحے پر درج تھی:

ناول پڑھنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ:

O...... یہ وقت نماز کا تو نہیں۔

O...... آپ کو اسکول کا کوئی کام تو نہیں کرنا۔

O...... کل آپ کا کوئی ٹیسٹ یا امتحان تو نہیں۔

O...... آپ نے کسی کو وقت تو نہیں دے رکھا۔

O...... آپ کے ذمے گھر والوں نے کوئی کام تو نہیں لگا رکھا۔

اگر اِن باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی ہو تو ناول الماری میں رکھ دیں۔ پہلے نماز اور دوسرے کاموں سے فارغ ہولیں، پھر ناول پڑھیں۔ شکریہ

مخلص: اشتیاق احمد

میرے لیے یہ ایک بالکل نئی بات تھی۔ میں نے آج تک کسی کتاب، ناول یا رسالے کے شروع میں ایسی عبارت نہیں دیکھی تھی بلکہ اس قسم کے ترغیبی جملے ہی دیکھے تھے کہ ایک بار یہ ناول آپ کے ہاتھ میں آگیا تو آپ اسے ختم کیے بغیر نہیں چھوڑیں گے۔ یہاں تو الٹا ناول کو ہاتھ میں آنے کے باوجود واپس رکھنے کی درخواست کی جا رہی تھی، لہٰذا چونکنا ایک فطری عمل تھا۔

میں نے تھوڑی سی ورق گردانی کے بعد ناول کا بیک ٹائٹل دیکھا تو اس پر مصنف کی پاسپورٹ سائز تصویر موجود تھی جسے دیکھ کر یہ بالکل معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ یہ کوئی مذہبی شخصیت ہے جس کے دل میں نماز کی اتنی فضیلت، والدین کی اس قدر اہمیت اور تعلیم کی اتنی قدر و قیمت ہے۔

تصویر کے ذکر سے کچھ قارئین کو عجیب محسوس ہوگا لیکن مجھے اس وقت عجیب محسوس نہیں ہوا کیونکہ یہ اُس دور کے ناول تھے جب اشتیاق صاحب کی طرح مجھے بھی تصویر کی حرمت سے آگاہی نہیں تھی۔ جونہی مرحوم کا علماء کرام سے رابطہ ہوا اور انھیں یہ بات معلوم ہوئی، انھوں نے تصویر شائع کرنا بند کردی۔ یہی وہ دور تھا جب میری طرح ان کی پنج وقتہ نماز بھی بے قاعدگی سے باقاعدگی میں داخل ہو رہی تھی۔ (میری کہانی صفحہ ۲۷۴)

بعد میں، ۲۰۱۳ء میں (یعنی تقریباً تیس سال بعد) جب مرحوم سے میری دوستی پروان چڑھ رہی تھی اور اُن کی آپ بیتی 'میری کہانی' کے نام سے شائع ہوئی تو انھوں نے یہ کتاب:

''برادرِ محترم پروفیسر محمد اسلم بیگ صاحب کے لیے میری کہانی''

کے الفاظ اور دستخط کے ذریعے مجھے ارسال فرمائی۔

کتاب کے مطالعے اور ان سے زبانی گفتگو کے ذریعے معلوم ہوا کہ ان کے کسی ناول کی پہلی بار زیارت اور ان کی شخصیت کی پہلی جھلک دیکھنے والا دور وہ دور تھا جب مرحوم کے جاسوسی ناول قارئین میں مقبولیت حاصل کر رہے تھے اور وہ لاہور میں مشترکہ کاروبار کے ذریعے اپنے ناول اور کتابیں شائع کروا رہے تھے۔

یکے بعد دیگرے دو تین پارٹنرز کی بدعہدی کی وجہ سے انھوں نے اپنا ذاتی ادارہ بنانے کے بارے میں سوچنا شروع کر دیا تھا۔

اُن دنوں اشتیاق صاحب علیہ الرحمہ کاروبار کے سلسلے میں پانچ دن لاہور میں اور دو دن جھنگ میں اپنے بیوی بچوں کے پاس جا کر رہا کرتے تھے۔ میں نے جب اُن سے ذکر کیا کہ

ایک پیارا اور خوش ذائقہ پھل

مرسلہ: احمد بادشاہ۔ پشاور

ایک بہت خوش نظر پھل ان دنوں پھلوں کے ٹھیلوں پر نظر آ رہا ہے۔

جی ہاں انار!

انار کا ذکر رمان کے نام سے قرآنِ حکیم میں تین مرتبہ آیا ہے، اور تینوں بار انسان کو اہم نصیحتیں کی گئی ہیں، مثلاً سورۃ انعام میں حکم ہوا کہ کھجور، زیتون اور انار وغیرہ پھلوں کی جب فصلیں کاٹی جائیں تو فوراً اس میں سے ایک حصہ حق داروں کو دے دیا جائے۔ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ قدرت کی نعمتیں عام انسانوں کے لیے ہیں اور جو لوگ باغ کے پھلوں کو اور کھیت کی پیداوار کو اپنے لیے رکھنا چاہتے ہیں اور دوسروں کا حق مارتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں ناپسندیدہ ہیں۔

حضرت موسیٰ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں انار فلسطین، شام اور لبنان میں عام ملتا تھا- آج کل انار ترکی، افغانستان، شام، مراکش اور اسپین میں بہت پیدا ہوتا ہے۔ ترکی میں مہمانوں کی خاطر تواضع انار سے اور اس کے قہوے سے کی جاتی ہے-

انار میں طبی فوائد بہت ہیں۔ یہ غذائیت سے بھرپور ہے۔ اس میں شکر کے علاوہ مختلف حیاتین اور معدنیات پائے جاتے ہیں۔ اس کا رس فرحت بخش اور ہلکی غذا ہے۔ انار دل کے امراض میں مفید ہے۔ میٹھا انار قبض دور کرتا ہے جبکہ ترش انار معدے کے ورم اور دل کے درد کے لیے لاجواب ہے۔

اسہال اور پیچش میں انار کا رس بہترین دوا ہے۔ بیماروں کی کمزوری دور کرنے کے لیے اچھا ذریعہ ہے، کیونکہ یہ خون کی کمی کو دور کرتا ہے۔ یرقان، بلڈ پریشر، بواسیر، جوڑوں کے درد وغیرہ میں اس کے فوائد مانے گئے ہیں۔ تو پھر کھائیے خوب خوب انار۔

میں ۱۹۶۷ءتا ۱۹۷۰ء طالب علم کی حیثیت سے اور ۱۹۷۵ء سے ۱۹۷۷ء تک ملازمت کے سلسلے میں لاہور رہتا رہا ہوں تو انھوں نے فرمایا کہ اس عرصے میں، مَیں بھی جھنگ کے علاوہ زیادہ تر لاہور میں ہی رہا ہوں۔ وہ اس پر افسوس کا اظہار کرتے کہ ہم کیوں اتنے قریب ہو کر بھی ایک دوسرے سے اتنی دور رہے۔

اُس پہلی جھلک کے بعد پورے تیس سال ہم ایک دوسرے سے اوجھل ہی نہیں بلکہ بے خبر بھی رہے، اور پھر وہ مبارک دن آیا جب ۲۰ جون ۲۰۱۲ء کو پہلی بار ایک من موہنی آواز اوردل میں اتر جانے والے لہجے نے میری سماعت میں گویا شیریں رس گھول دیا۔

یہ جناب اشتیاق احمد علیہ الرحمہ کی فون کال تھی۔ وہ خوشی اور جوش وخروش سے بطور مدیر بچوں کا اسلام مجھے سالنامے (۲۰۱۲ء) پر میرے تبصرے پر، شائع ہونے سے پہلے ہی، اوّل انعام کی خوش خبری سنا رہے تھے۔

اتنے عرصے کی دوری کے بعد جب ہمارا قربتوں کا سفر شروع ہوا تو یہ سفر نہایت مختصر (محض ساڑھے تین سال) ہونے کے باوجود بہت خوش گوار، بہت یادگار اور پائیدار تھا۔ ایسا کہ اتنے ماہ وسال گزرنے کے باوجود ابھی تک اس کی یادیں تازہ ہیں۔ یہ سطور میں اپنے اسی کمرے میں بیٹھ کر لکھنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں جہاں میں نے حضرت اشتیاق علیہ الرحمہ سے پہلی فون کال پر خوش خبری سننے کا اعزاز حاصل کیا تھا اور پھر بار بار اُن کے لہجے کی شیرینی کا لطف اٹھایا تھا اور پھر جہاں اپنے آخری ایام میں سے انھوں نے دو قیمتی دن مجھے شرفِ میزبانی بخشا تھا۔ اُس بابرکت کمرے کے در و دیوار میں ابھی تک ان کی یادوں کی خوشبو رچی بسی ہے۔

ان کے تعارف کی پہلی جھلک چونکا دینے والی، حیران کر دینے والی تھی اور ان کی یادوں کی مہک فرحت بخش اور خوش گوار ہے، لیکن...... لیکن اُن کی دل نواز اور من موہنی آواز سے مسلسل محرومی مجھے سوگوار اور اشک بار بھی کر دیتی ہے۔

☆☆☆

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ!

☆ بچوں کا اسلام شمارہ ۱۰۹۱ پر تبصرہ پیشِ خدمت ہے۔ درسِ قرآن وحدیث میں نفسِ امارہ کی برائی رب العالمین کی رحمت و مغفرت، توبہ انسانی، گناہوں کی معافی کا درس دیا گیا۔ 'تصوراتی سفر کی روداد' میں مدیر مکرم اپنی جماعت کے ہمراہ ٹنڈو آدم سے خان پور (رحیم یار خان) حضرت عبداللہ درخواستی رحمہ اللہ کے دیس میں نورانیت بھرے ماحول کو تصوراتی طور پر محسوس کرتے ہوئے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔ نور الامین میاں چنوں اولڈ اِز گولڈ ہیں، بچوں کا اسلام کے وہ لکھاری ہیں جنھیں پڑھ کر ہم بڑے ہوئے۔ 'دیر نہیں لگتی' بہترین کہانی ہے۔ 'میر حجاز' ہمیشہ کی ایمان افروز جعفر طیار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نجاشی کے دربار میں سورۂ مریم، کہف، روم وعنکبوت سے آیات تلاوت پر قسط ختم ہو رہی ہے۔ 'ان کے کوچے میں' محمد فضیل فاروق صاحب کے قلم سے (در نبی مکرم اور بیت اللہ، مسجد الحرام، اللہ کے گھر، مسجد نبوی، مکہ مکرمہ ومدینہ منورہ) مقدر والے جاتے ہیں مقدس سرزمین میں اور اہل طلب وتڑپ والے ہی بلائے جاتے ہیں۔ اللہ ہمارا، آپ کا تمام مسلمانوں کا مقدر روشن کرے اور اس مبارک سرزمین کی حاضری نصیب ہو۔ (محمد اقراش عاصم۔ میلی پیر بخش۔ خوشاب)

ج: آمین ثم آمین۔

☆ میں پہلی بار خط لکھ رہی ہوں۔ پہلے میں دستک اور آمنے سامنے نہیں پڑھتی تھی لیکن پھر آپی یسری نے کہا کہ یہی تو سب سے پہلے پڑھنے والے ہوتے ہیں۔ اب ہر رسالے کی دستک اور آمنے سامنے لازمی پڑھتی ہوں۔ کہانی 'ساڈا کی اے' بہت پسند آئی۔ مجھے پڑھ کر خوشی ہوئی کہ اب بھی دنیا میں ایسے اچھے لوگ موجود ہیں۔ 'پھول کا راز' کہانی شاندار تھی۔ مجھے جاسوسی کہانیاں بہت پسند ہیں۔ 'کیوں کیا کیسے کہاں؟' معلوماتی تحریر تھی۔ 'ان کے کوچے میں' سفرنامہ بہت مزے کا ہے۔ 'جواہرات سے قیمتی' بہت قیمتی تھے۔ آمنے سامنے میں تمام خطوط مزے کے تھے۔ ردی کی ٹوکری کو دور سے سلام۔ (عاتکہ عمیر۔ چشتیاں، ضلع بہاول نگر)

ج: ردی کی ٹوکری کا جواب میں آپ کو دور سے وعلیکم السلام!

☆ اس ہفتے کا سرورق کچھ خاص نہ تھا اور پھر اس شمارے میں نہ 'دستک' تھی اور نہ ہی 'آمنے سامنے'...... پڑھنے کا کوئی مزہ ہی نہیں آیا۔ دستک اور آمنے سامنے براہِ کرم غائب نہ کیا کریں۔ 'لاڈلا' کہانی میں ہاتھی کی وفاداری پر رشک آیا۔ 'انسان اور گھوڑا' اس میں بھی گھوڑے کی وفاداری حیران کر گئی۔ 'دال میں کالا' اچھی کہانی تھی۔ اُس میں بھیا نے سمجھداری کا ثبوت دیا۔ 'میر حجاز' سلسلہ بہت سبق آموز ہے۔ 'آم کہانی' جب میں نے چھوٹے بھائی کو سنائی تو وہ خوش ہوا اور کہا، میں بھی آم کی گٹھلی لگاؤں گا، پھر اس میں سے بھی آم کا پودا نکل آئے گا۔ 'بچوں کی حماقتیں' پڑھ کر ابوبکر عباسی کی معصومیت پر ہنسی آئی۔ شوکت پردیسی کی نظم پڑھ کر چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ مدیر چاچو! اب میرا فرسٹ ائیر کا نتیجہ آنے والا ہے، دعاؤں کی درخواست ہے۔ (حفصہ شمس الدین۔ ملتان)

ج: شاید اب تک تو نتیجہ آچکا ہوگا، بہر حال اللہ تعالیٰ آپ کو دنیا وآخرت کے ہر امتحان میں سرخ رو فرمائے آمین!

☆ شمارہ ۱۰۹۴ پر نظر پڑی۔ سرورق پر کھجوروں کے درخت دیکھتے ہیں مدینہ منورہ کی بے ساختہ یاد آگئی۔ قرآن وحدیث کے بعد دستک پر نظر پڑی تو اپنے دار العلوم کبیر والہ کا نام پڑھ کر دل جھوم گیا۔ شازیہ نوری کی کہانی 'اندر کی باتیں' میں چاندمیاں کی باتیں بہت ہی مزے کی لگیں۔ 'حجا کے کارنامے' کا بھی بہت انتظار کرتے ہیں۔ 'ایک کہانی بڑی نرالی' بہت ہی مزے کی تھی۔ 'مسکراہٹ کے پھول' نے مسکرانے پر مجبور کر دیا۔ مدیر چاچو آج کل نیوز چینل کی لوڈ شیڈنگ کیا ہے؟ 'آمنے سامنے' میں سترہ تبصرے تھے، سبھی مزاحیہ تھے۔ ہمیں وہ خطوط اچھے لگتے ہیں جن میں آپ مزاحیہ جواب دیتے ہیں۔ (حور عینا، ماہ نور قاسم، عائشہ قاسم، مقدس حسین، شمائلہ نور، حفصہ صفدر۔ کبیر والہ)

ج: مزاحیہ جواب دینے کے لیے مزاحیہ تبصرے ضروری ہیں، جیسے آپ کا یہ تبصرہ، جسے لکھا ہے کبیر والہ سے ننھے منوں کی ایک پوری جماعت نے!

☆ سرورق پر نظر پڑتے ہی کھجوروں کے درخت نظر آئے۔ 'قرآن وحدیث' کے بعد دستک پڑھی۔ شازیہ نوری کی کہانی چٹ پٹی تھی۔ چاندمیاں کی مزاحیہ باتیں بہت ہی اچھی لگتی ہیں۔ 'لائبریری' مضمون بہت ہی اچھا ہے۔ ہمارے گھر میں بھی چھوٹی سی لائبریری ہے۔ 'میر حجاز' زبردست تھی۔ صحابہ کے واقعات پڑھ کر ایمان تازہ ہوتا ہے۔ 'مسکراہٹ کے پھول' پوری کلاس کو سنائے۔ مدیر چاچو میں نے ایک کہانی ختم نبوت کے بارے میں لکھی تھی۔ کیا وہ شائع ہوگی یا میں اور محنت کروں؟

(حور عینا بنت محمد الیاس۔ ٹھل نجیب)

ج: اور محنت کریں۔

☆ شمارہ ۱۰۹۴ کے سرورق پر ''میر حجاز'' جگمگاتا دیکھ کر مجھے لگا، یہ بھی ختم ہو گیا مگر جب شمارہ کھولا تو تسلی ہوئی۔ قرآن وحدیث کے بعد دستک پڑھی۔ 'ایک تصوراتی سفر کی روداد' شروع ہی سے بہت دلچسپی لیے ہوئے ہے۔ کبیر والہ کا ذکر پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ آپ بھی آجاتے کبیر والہ۔ 'اندر کی باتیں' چاندمیاں پھر حاضر ہوئے درخواست ہے کہ غیر حاضر نہ ہوا کریں۔ 'نتیجہ کیا نکلا؟' بہت مزے کا تھا بہت سے اسباق حاصل ہوئے۔ 'میر حجاز' عین تجسس کے مراحل پر ہے اگرچہ پہلے بھی یہ سارے واقعات پڑھے ہوئے ہیں مگر دوبارہ ایک نیا مزہ دے رہے ہیں۔ 'ان کے کوچے میں' بہت پسند ہے یہ سلسلہ میر حجاز کے بعد ایسا لگتا ہے ہم بھی وہاں پر سیر کر رہے ہو۔ 'آمنے سامنے' اب بہت اچھا لگتا ہے۔

’مسکراہٹ کے پھولوں‘ نے بھی اپنی شکل دکھادی۔ ’شکر پڑیاں‘ معلومات سے بھرپور تھا۔ مدیر چاچو! سہ ماہی امتحان ہونے والے ہیں۔ دعا کیجیے گا۔ بس ایک درخواست ہے کہ آپ نے دونوں شماروں کی ادارت نہیں چھوڑنی تادمِ آخر۔ اللہ تعالیٰ آپ کو استقامت عطا فرمائے، آمین! (امیمہ اکبر۔ کبیروالہ)

ج: اللہ تعالیٰ ہر امتحان میں کامیابی عطا فرمائے۔ باقی تادمِ آخر کون رہتا ہے، کسے پتا ہے؟

☆ شمارہ ۱۰۹۴ کھولا تو دیکھا کہ مدیر چچا اپنے تصوراتی سفر کی روداد سنا رہے تھے۔ مزے کی یہ روداد سنی اور آگے بڑھ گئی۔ ’سافٹ ڈرنک پینے جتنا صدقہ‘ زبردست تھی۔ ’ان کے کوچے میں‘ بہت اچھا چل رہا ہے۔ عائشہ غضنفر اللہ کی کہانی ’وقت بتائے گا‘ بہت اچھی لگی۔ مجھے آپی عائشہ کی کہانیوں کا شدت سے انتظار رہتا ہے۔ ’کیوی ایک پرندہ‘ پڑھ کر پتا چلا کہ کیوی درختوں کے تنوں کو کیوں کریدتے ہیں۔ ’بلی اور ہم‘ پڑھ کر ہنسی چھوٹ گئی لیکن آخر میں بہت اچھا سبق ملا۔ آمنے سامنے کی محفل میں اپنے آپ کو نہ پا کر مایوس ہوگئی۔ پھر جب صفحہ پلٹا تو مایوسی حیرت میں اور پھر خوشی میں بدل گئی۔ آپ کا بہت بہت شکریہ چاچو جان! اتنا اچھا اور سسپنس سے بھرپور کھیل شائع کرنے کا۔ میری خواہش ہے کہ یہ کھیل مستقل شائع کیا جائے۔ پہلے چار فرق تو میں نے بڑی آسانی سے تلاش کر لیے لیکن پانچویں فرق نے تو واقعی دماغ کی چولیں ہلا دیں۔ اللہ پاک آپ کو خیر و عافیت والی زندگی عطا کرے۔ آمین!

(شہزین عبدالستار۔ ڈسکہ)

ج: یعنی آپ کو دماغ کی چولیں ہلا دینے والا کھیل پسند ہے؟ چلیں لگاتے ہیں پھر کوئی کھیل!

☆ آپ نے اپنی دستک میں میرے ابو جی کا نام لکھا، بہت شکریہ۔ جزاک اللہ خیراً۔ ’سب سے پیاری چیز‘ اس شمارے کی سب سے دلچسپ تحریر تھی۔ ’ایک کہانی بڑی نرالی‘ محنت کرنے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسا کرنے کا درس دے رہی تھی۔ ’سخی گھرانہ‘ بہت اچھی تحریر تھی۔ ’ان کے کوچے میں‘ پڑھتے پڑھتے جونہی ان الفاظ پر پہنچی: ”پھر ہم شہر رسول میں داخل ہو گئے“ تو آنکھیں بند کر کے اس کے تصور میں کھو گئی جب میرے ابو جی نے فون پر مجھے مسجد نبوی کی کانوں میں رس گھولنے والی اذان سنائی تھی۔

(منیبہ جاوید۔ چک احمد آباد، اٹھارہ ہزاری، جھنگ)

ج: دعا ہے کہ اللہ میاں اگلی بار آپ کو اپنے والدین کے ساتھ حج کرنے کی سعادت نصیب فرمائیں، آمین!

☆☆☆

چھوٹا بڑا..... بچھو پانچ روپے!

حافظ محمد اقبال سحر، ہڑپہ ضلع ساہیوال

ایک گاؤں میں موجود ہر چھوٹی بڑی دکان پر اشیاء کی قیمتیں شہر کی بنسبت بہت مہنگی تھیں۔ چینی ہو یا سوجی، آلو ہوں یا پالک گاجر، ہر چیز کی قیمت شہر کی بنسبت کم از کم بھی دوگنی ہوتی۔ یوں لگتا تھا کہ تمام دکانداروں نے مہنگے داموں چیزیں فروخت کرنے پر ایکا کر لیا ہے۔ گاؤں کے مکین بے چارے کیا کرتے، مجبوراً مہنگے داموں خریدنے پر مجبور تھے۔

میں یہاں کچھ عرصے کے لیے آیا تھا، ایک دن ایک عمر رسیدہ شخص سے پوچھا:

”بابا جی! شہروں میں تو صرف بڑی دکان پر چیزیں مہنگی ہوتی ہیں، یہاں تو ہر چھوٹی بڑی دکان پر قیمتیں دوگنی ہیں، انھیں کسی کا ڈر خوف نہیں؟“

بابا جی مسکرائے اور کہنے لگے: ”ایک آدمی بچھو بیچتے ہوئے صدا لگا رہا تھا: ’پانچ روپے...... پانچ روپے......!‘

بچھو فروش کی آواز سن کر ایک راہ گیر اس کے پاس آیا۔ اس نے دس روپے کا نوٹ نکال کر بچھو فروش کی ہتھیلی پر رکھتے ہوئے کہا: ’یہ لو دس روپے اور دو بچھو مجھے دے دو، مجھے اُن کی سخت ضرورت ہے۔‘

بچھو فروش نے دو بچھو نکالے اور پیک کر کے اسے دے دیے۔ ایک بچھو بڑا جبکہ دوسرا قدرے چھوٹا تھا۔

راہگیر نے پوچھا: ’بڑے بچھو کی قیمت کیا ہے؟‘

بچھو فروش نے جھٹ سے کہا: ’صرف پانچ روپے۔‘

’اور چھوٹا بچھو کتنے کا ہے؟‘

’اُس کی قیمت بھی پانچ روپے ہے۔‘ بچھو فروش نے اطمینان سے جواب دیا۔

’بڑے بچھو کی قیمت بھی پانچ روپے اور چھوٹے بچھو کی قیمت بھی پانچ روپے؟‘

راہ گیر نے حیرانی سے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

’جی ہاں بالکل...... پانچ پانچ روپے...... ہاتھ لگا کر دیکھو...... چھوٹا بچھو بھی اگر وہی کام نہ کرے جو بڑا بچھو کرتا ہے، تو پانچ روپے واپس۔‘

بچھو والے نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

تو بیٹا! یہی حال اس گاؤں کے ہر چھوٹے بڑے دکان دار کا ہے، جس دکاندار سے مرضی سودا سلف خریدو، اس نے ڈنک مارنا ہی مارنا ہے۔“

بابا جی نے ایک زوردار قہقہہ لگاتے ہوئے اپنی بات ختم کی۔ میں بھی مسکرا کر رہ گیا۔

☆☆☆

آسان علمِ دین کورس | بسم اللہ | سبق نمبر ۱

محمد اسامہ سرسری

ہم اپنے اِس بابرکت عمل کا آغاز ”بسم اللہ“ ہی سے کرتے ہیں۔

● آیتِ کریمہ:

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔

ترجمہ: شروع اللہ کے نام سے جو سب پر مہربان ہے، بہت مہربان ہے۔

● حدیثِ مبارک:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نصیحت فرمائی:

یَا غُلَامُ، سَمِّ اللّٰهَ وَ كُلْ بِيَمِينِكَ وَ كُلْ مِمَّا يَلِيكَ.

مفہوم: اے لڑکے! بسم اللہ پڑھ لیا کرو، داہنے ہاتھ سے کھایا کرو اور برتن میں وہاں سے کھایا کرو جو جگہ تم سے نزدیک ہو۔ (صحیح بخاری)

● مسنون دعا:

بِسْمِ اللّٰهِ الَّذِي لَا يَضُرُّ مَعَ اسْمِهِ شَيْءٌ فِي الْأَرْضِ وَ لَا فِي السَّمَاءِ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ.

● فضیلت:

جو شخص صبح اور شام کو تین تین مرتبہ یہ دعا پڑھے گا اسے کوئی چیز تکلیف نہیں پہنچا سکے گی۔ (جامع ترمذی)

● فقہی مسئلہ:

ہر اہم کام سے پہلے بِسۡمِ اللّٰہِ یا بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ پڑھنا باعثِ اجر و ثواب ہے۔

مسکرانے والے قاریِ قرآن

دانش عارفین حیرت

ان کا نام عویمر تھا۔ ایک مرتبہ کہیں سے گزر رہے تھے کہ ایک ہجوم نظر آیا۔ ہجوم کے قریب سے گزرے تو انھوں نے دیکھا کہ کچھ لوگ ایک شخص کو برا بھلا کہہ رہے ہیں۔

انھوں نے مجمع میں موجود ایک شخص سے سوال کیا: ''یہاں کیا ہوا ہے؟''

''اس نے کوئی گناہ کیا ہے۔''

اس شخص نے جواب دیا اور تفصیل بتائی کہ اس کے عمل سے لوگوں کو نقصان ہوا ہے۔

آپ نے اس شخص کی بات سن کر فرمایا:

''اگر کوئی شخص کنویں میں گر جائے تو اس کو وہاں سے نکال لینا چاہیے۔ برا بھلا کہنے سے کیا فائدہ؟ اس کو غنیمت سمجھو کہ تم اُس (کے فعل) سے محفوظ رہے۔''

لوگوں نے پوچھا: ''آپ اس شخص کو (اس کے گناہ کی وجہ سے) برا نہیں سمجھتے؟''

جواب دیا: ''اس شخص میں کوئی برائی نہیں ہے، ہاں اس کا یہ عمل برا ہے۔ جب (یہ اپنا گناہ والا عمل) چھوڑ دے گا تو پھر میرا بھائی ہے۔''

لوگوں کو اس طرح بھرے مجمع میں نصیحت کرنے والے اِن صاحب کا نام تو عویمر تھا لیکن آپ مشہور اپنی کنیت ابودردا سے ہوئے۔

جی ہاں! حضرت عویمر مشہور صحابیِ رسول ابودردا ہی کا نام ہے۔

بدن خوب صورت، ناک ستواں، آنکھیں شربتی تھیں۔ سر اور ڈاڑھی کے بالوں میں سنہرے رنگ کا خضاب لگاتے تھے۔ عربی لباس پہنتے اور قلنسوہ (ایک خاص قسم کی ٹوپی) پہنتے۔ اگر عمامہ باندھتے تو اس کا شملہ پیچھے لٹکاتے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو اسلام کی آواز آپ کے کانوں میں پڑی۔ آپ سلیم الفطرت تھے مگر فوراً اسلام قبول نہیں کیا، سوچ بچار کرتے رہے۔ جب مسلمان غزوۂ بدر سے واپس آئے تو آپ نے اسلام قبول کیا مگر اپنے دیر سے اسلام قبول کرنے پر ہمیشہ نادم رہے۔ اپنے اس فعل پر فرمایا کرتے تھے: ''ایک گھڑی کے لیے نفس کی خواہش پوری کی جائے تو وہ دیر تک رہنے والا غم دے جاتی ہے۔''

غزوۂ احد پیش آیا تو اس میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ گھوڑے پر سوار ہو کر میدان میں آئے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں دیکھا تو تعریف فرمائی: ''عویمر (کو دیکھو)! کیسے اچھے سوار ہیں۔''

غزوۂ احد کے بعد کے تمام غزوات میں آپ نے شرکت کی۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب اسلام قبول کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انھیں ابودردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھائی بنا دیا۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم دنیا سے پردہ فرما گئے تو ابودردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ سے شام چلے گئے۔

اِس کی کئی وجوہات تھیں۔ اُن میں سے ایک یہ تھی کہ آپ بہت ہی زبردست قاری قرآن تھے۔ آپ نے اپنی یہ ذمے داری سمجھی کہ قرآن مجید کی لوگوں کو تعلیم دیں، پھر ایک بات یہ بھی تھی کہ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سن رکھا تھا: ''جب فتنوں کی آندھیاں آئیں گی تو اُس وقت ایمان کا چراغ صرف شام میں محفوظ رہے گا۔''

جب ابودردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ منورہ سے شام جانے لگے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تشریف لائے اور اجازت چاہی:

''میں شام کی طرف جانا چاہتا ہوں۔''

''اس کی اجازت تو میں نہیں دیتا۔'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ''ہاں اگر حکومت کی کوئی خدمت قبول کریں تو میں اجازت دوں گا۔''

''مجھے حاکم نہیں بننا۔''

ابودردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حکومت کی خدمت کرنے سے انکار کر دیا۔

''پھر تو اجازت لینے کی امید بھی فضول ہے۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کا انکار سن کر اجازت نہیں دی۔

اب ابودردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے درخواست کی: ''حکومت کرنے کے بجائے لوگوں کو قرآن و حدیث سکھاؤں گا اور نماز پڑھاؤں گا۔''

''ہاں یہ بات قابلِ قبول ہے۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا اور جانے کی اجازت دے دی۔

ابودردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ شام روانہ ہو گئے۔ وہاں ان کا وقت زیادہ تر قرآن و حدیث سکھانے میں گزرتا۔

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک بہت اچھے تاجر تھے۔ اچھا کماتے اور کھاتے تھے۔ ایک روز تجارت کرنا بند کر دیا۔

کسی نے پوچھا: ''آپ تو اچھا کماتے تھے اب تجارت کیوں بند کر دی؟''

حضرت ابودردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے:

''مجھے اب ایسی دکان بھی پسند نہیں ہے جس میں چالیس دینار کا منافع روزانہ ہو، ان دیناروں کو صدقہ کر دیتا ہوں، اور نماز بھی قضا نہ ہوتی ہو۔''

اس شخص نے حیرانی سے پوچھا: ''اس کی کیا وجہ ہے؟''

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جواب دیا:

''قیامت کے روز حساب تو دینا ہی پڑے گا۔''

ایک مرتبہ کسی اور نے بھی تجارت کے متعلق سوال کیا تو ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمانے لگے: ''مجھے اِس بات سے خوشی نہیں ہو سکتی کہ مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر خرید و فروخت کروں۔ روزانہ مجھے تین سو درہم نفع ہو اور میں تمام نمازیں مسجد میں جماعت سے ادا کروں۔''

پھر ایک وقفے کے بعد کہنے لگے: ''میں یہ نہیں کہتا کہ اللہ میاں نے تجارت کو حلال نہیں کیا اور سود کو حرام کیا ہے بلکہ میری خواہش ہے کہ ان لوگوں میں سے ہو جاؤں جنھیں خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں کرتی۔''

حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں تمام بزرگ صحابہ کرام کی تنخواہیں مقرر کیں تو بدری صحابہ کرام کی تنخواہیں سب سے زیادہ تھیں۔ حضرت ابودردا رضی اللہ تعالیٰ عنہ بدری نہیں تھے، اُس کے باوجود آپ کی تنخواہ بدری صحابہ کرام کے برابر مقرر کی گئی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ لوگوں کو قرآن مجید پڑھاتے تھے اور بہت بڑے عالم دین تھے۔

بقیہ صفحہ نمبر ۳ پر ملاحظہ کیجیے